

۷۶
وَمَا اسْأَلُكَ إِلَّا لِحُبِّ الْعَامِلِينَ

حضرت مولانا
سیدنا
مُصْطَفَا
وَاللَّهُ
صَلَّى عَلَيْهِ
وآلِهِ

نیز
خُلفاءِ راشدین، عَشْرَةُ بُشْرَةٍ اور اُمَّةِ کَرَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

کے مُجمل حالات

آفتاب سراز "مِرْآةُ الْأَسْرَارِ"

مؤلف

حضرت شیخ عبد الرحیم حشتی قدس سرہ

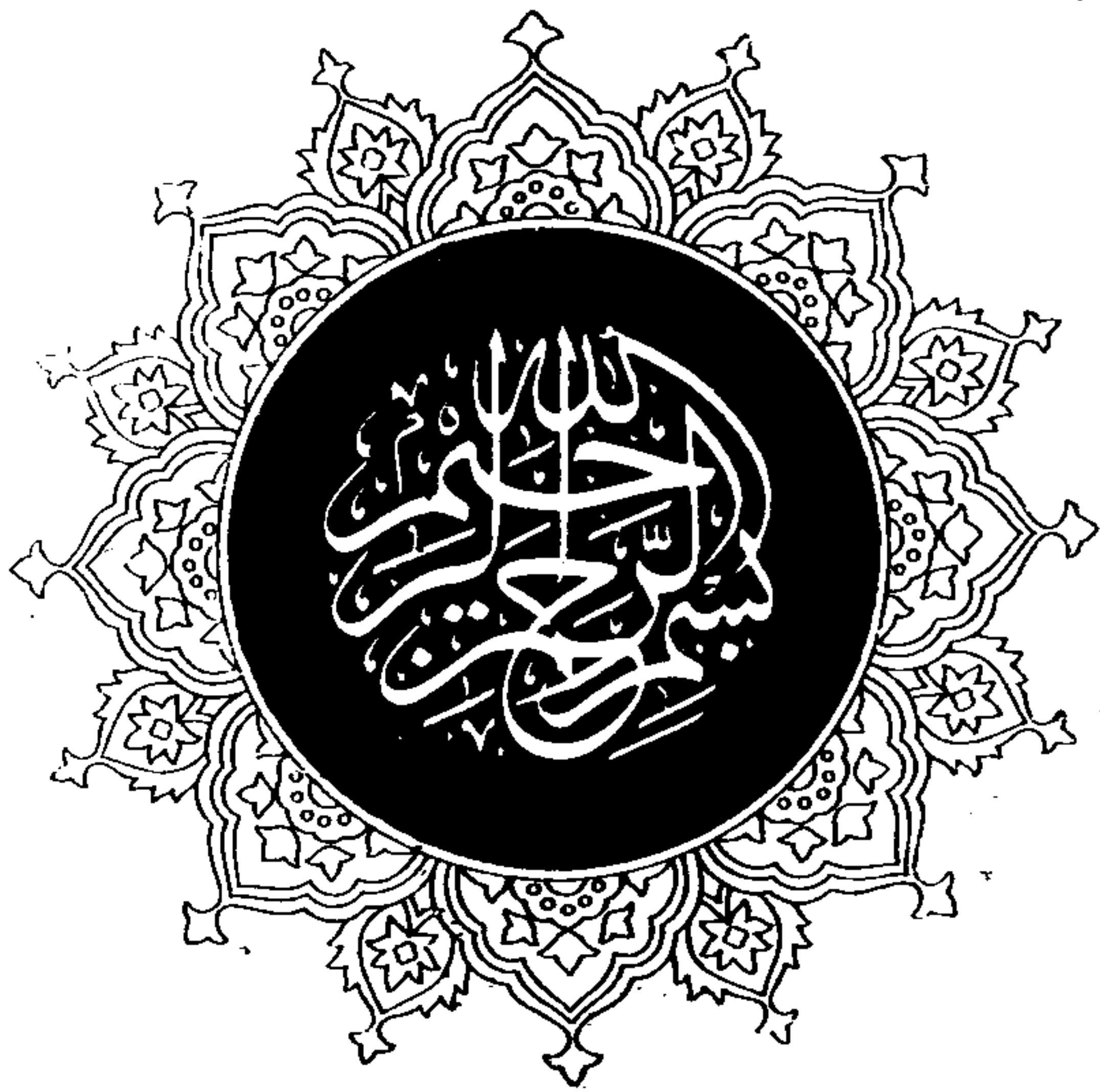
۱۰۰۵ھ ————— ۱۰۹۴ھ

مترجم

کپتان واحد بخش سیال



صوفی فاؤنڈیشن لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُصْطَفَا

وَمَوْلَانَا
حَضْرَتِ نَبِيِّنَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالآلِ وَسَلَّمَ

نیز

خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم

کے مجمل حالات

آفتاب ساز مرآة الاسرار

مؤلفہ

حضرت شیخ عبد الرحمن حبیبی قدس سرہ

۱۰۰۵ء ————— ۱۰۹۳ء

مترجمہ

کپتان واحد بخش سیال

○

صوفی فاؤنڈیشن لاہور

58654

جملہ حقوق محفوظ

ناشر: صوتی فاؤنڈیشن ۲۰ دربار مارکیٹ لاہور
 طابع: معظم پرنٹرز دربار مارکیٹ لاہور
 اشاعت اول: ۱۹۸۵ء - ۱۴۰۵ھ
 قیمت: ۱۵ روپے
 تعداد: ۵۰۰

ملنے کے پتے

الغزالی کارپوریشن

گنج بخش روڈ - لاہور

مکتبہ ذوق شہید

رحمت علی کتب فروش

بیرون دربار بابا صاحب، پاکپتن شریف۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



حضرت رسالتآب سے اللہ عیب و ستم

خلفائے راشدین

اقر

عَسَىٰ اَنْ يَّجِيَاكَ
مِنْ اَنْفِكَ
وَمِنْ اَنْفِ الْاٰمِيْنَ

مجلد بیگان



ذکر سر کائنات فخر موجودات سر زبیا خاتم رسل بزرگترین اولاد حضرت
ابراہیم خلیل الرحمن و بہترین خلائق کون و مکان از قید بشریت پاک عبور حق
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

روضۃ الاجاب میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت باسعادت سوموار کے دن ہوئی۔ اور وحی کا تولد بھی سوموار کے دن شروع ہوا اور حجر لیسو
کو بھی اپنی موجودہ جگہ پر آنحضرتؐ نے سوموار کے دن رکھا، مکہ معظمہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن ہوئی
مدینہ منورہ میں بھی سوموار کے دن داخل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دصال بھی سوموار
کے دن ہوا نیز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت دس بیع الاول کو ہوئی اور بعض کے قول کے مطابق ماہ ربیع الاول کے پہلے سوموار کو
ہوئی اور اہل سیر و سوانح کلام کی اکثریت اس پر متفق ہیں کہ سال فیل میں تولد ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ولادت باسعادت طلوع آفتاب کے بعد ہوئی جبکہ سورج برج حمل میں تھا اور وہ دن
رومی ماہ ہسان کی بیسویں یا اٹھائیسویں یا پندرہویں تاریخ تھا اور فرس کے مہینوں کے مطابق ماہ
کی سترہویں تاریخ تھی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ نوشیروان کے عہد کے ابتدائی بیسویں سال گزرنے
کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت باسعادت ہوئی اور سکندر رومی کی وفات کو ۱۱۰
بیسویں سال گزر چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے آپ کی ولادت تک چھ سو سال
گزر چکے تھے فلعل ج النبوة میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت باسعادت تک چھ ہزار سات سو پچاس سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے چار ہزار چار سو نوے سال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین ہزار ستر سال۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو سال۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے ایک ہزار آٹھ سو سال۔ ذوالقرنین سے آٹھ سو بیاسی سال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال گزر چکے تھے کہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

جب عمر شریف چھ سال کے قریب ہوئی شوقِ صدر واقع ہوا (یعنی آپ کا سینہ مبارک فرشتوں کے ذریعہ چاک کرایا گیا) اور روضۃ الاحباب میں شوقِ صدر کے باب میں مختلف روایات درج ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ شبِ معراج میں واقع ہوا۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ ایمینہ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی تربیت کی۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی حضرت عبدالمطلب جن کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق بیاسی سال تھی رحلت کر گئے۔ وفات کے وقت آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے وصیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کریں۔ جب آپ کی عمر شریف بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہوئی حضرت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے مکہ شام کا سفر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ وہاں ایک راہب تھا جو تمام نصارا میں زہد و پرہیزگاری میں کمال کا درجہ رکھتا تھا اور اس نے انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کر کے حضرت ابوطالب سے بیان کیے اور کہا کہ آپ کا یہ بھتیجہ نبی آخر زمان ہے۔ نیز اس سفر میں نصارا قوم کے اکثر راہبوں نے حضرت ابوطالب کو یہ خوشخبری دی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال ہوئی اکثر ملائکہ اور دیگر رجال الغیب آپ پر ظاہر ہونے شروع ہوئے جب آپ کی عمر پچیس برس ہوئی حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو قریش قوم میں بہت معزز اور اجمل تھیں آپ کے ساتھ شادی کی خواہش کی اور حضرت ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ جب ولادت کو پینتیس سال گزر گئے قریش نے خانہ کعبہ کو جس کی عمارت خراب ہو چکی تھی از سر نو تعمیر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ میں شریک رہے اور حجرِ اسود کو اپنے ہاتھوں سے اس کی موجودہ جگہ پر نصب فرمایا۔

جب عمر شریف چالیس برس ہوئی آثارِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نزولِ وحی سے پندرہ سال پہلے آپ آوازیں سنتے تھے اور سچے خواب دیکھتے تھے اور نزولِ وحی سے بیس سال پہلے آپ روشنی دیکھتے تھے اور سال میں ایک مہینہ آپ خارجہ میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ آکر سات مرتبہ طوافِ کعبہ فرماتے تھے اور پھر اپنے گھر جاتے تھے اور وحی سے چند سال پہلے پتھر اور درخت آپ پر سلام کہتے تھے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوئے تھے اور حضرت خدیجہؓ سے بیان کرتے تھے وہ سن کر خوش ہوتی تھیں۔ جب اکتالیسواں سال شروع ہوا آپ حسبِ معمول خارجہ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور سورۃ کریمہ اقرار باہم زبکت..... الی آخر تعلیم کی۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا اور مردہ کے درمیان لے گئے، اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارے وہاں سے پانی کا چٹمہ نکلا۔ پہلے انہوں نے خود وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ترتیب بتائی اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت جبریل علیہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدا کی۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے۔ اور آج تک یہ سنت مشائخ میں جاری ہے کہ مرید کی تکلیف کے وقت ان کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

اور روضۃ الاحباب میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کئی طریق پر ہوتی تھی۔ ایک سچے خواب کی صورت میں دوسری یہ کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر القا کر دیتے تھے۔ تیسری یہ کہ جبریل علیہ السلام آدمی کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور اکثر وحی قلبی کی صورت میں ظاہر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرتے تھے۔ چوتھی صورت یہ تھی کہ گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی نازل ہوتی تھی۔ پانچویں صورت نزولِ وحی کی یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھتے تھے۔ چھٹی یہ کہ آسمان پر شب معراج میں آپ پر وحی نازل ہوئی۔ ساتویں یہ کہ حق تعالیٰ کے ساتھ آپ بلا واسطہ اور بغیر کسی حجاب کے کلام کرتے تھے۔ جس طرح کہ حدیث معراج میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک بزرگ نے یہ مضمون اس طرح ادا کیا ہے۔ بیت

دیعتہ نہ بچیم دیگر بلکہ ہمیں چشم کہ مارو نہ
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی احد آنکھ سے حق تعالیٰ کا دیدار
 نہ کیا۔ بلکہ انہیں سر کی آنکھوں سے کیا۔ یعنی دل کی آنکھوں سے باطنی نظر سے
 نہیں۔ بلکہ جسمانی آنکھوں سے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلدہ تھیں۔ اس کے
 بعد اس دن یا دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اس کے بعد حضرت زید بن عارض
 رضی اللہ عنہ ایمان لائے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 فیض اسلام سے فیض یاب ہوئے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
 کے بعد جس مرد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔
 لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق روضۃ الاحباب میں سب سے صحیح روایت
 وہی قرار دی گئی ہے۔ جو پہلے بیان ہوئی اس کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے پانچ حضرات حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کی وجہ سے ایمان لائے۔ ان میں سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
 تھے۔ دوسرے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، تیسرے حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ،
 چوتھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور پانچویں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔
 اس کے بعد دوسرے دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ
 مشرف باسلام ہوئے۔ اس جماعت کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کلا
 اسلام کی دعوت شروع کی۔ جس سے کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
 پر دستِ ظلم دراز کیا۔

نبوت کے پانچویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ظلم کی وجہ سے حضرت عثمان
 رضی اللہ عنہ کو دوسرے دس آدمیوں کے ساتھ مع بال بچوں کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا
 حکم دیا۔ یہ حضرات حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی مدد سے وہاں رہے۔

نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ جن کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ نبوت سے دسویں سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب بن عبد المطلب نے رحلت کی۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ سے طائف وغیرہ کے قبائل کی طرف تشریف لے گئے اور دعوت اسلام دی اور کافی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ طائف سے واپسی پر راستے میں ایک جگہ آپ پہنچے اور قیام فرمایا۔ جب رات ہوئی تو سات اور بعض روایات میں ہے کہ نو، جن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو آپ نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب اپنے گھروں کو جاؤ تو میرا پیغام اپنی قوم کو پہنچانا۔ انہوں نے یہ بات تسلیم کی۔ کہتے ہیں کہ وہ سات جن یہودی جن تھے۔ جب وہ اپنی قوم میں گئے تو ان کو بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔ اس پر تم ایمان لے آؤ۔ یہ سن کر بہت جن آنحضرت کو دیکھے بغیر مسلمان ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مسعودؓ کو ساتھ لے کر باہر تشریف لے گئے۔ اس روز بارہ ہزار اور بعض روایات میں ہے کہ ساٹھ ہزار جن اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس تھنڈے تھے اور ہر تھنڈے کے نیچے بے شمار جن تھے۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بن جبیر سے عقد نکاح فرمایا۔

نبوت کے گیارہویں سال قوم انصار کے اسلام قبول کرنے کی ابتدا ہوئی۔ سچے شخص جو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ان میں سے ایک تھے۔

نبوت کے بارہویں سال معراج واقع ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ نبوت کے پانچویں سال معراج واقع ہوا۔ بہر حال اس بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ لیکن قبل اقل سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی سال جبرائیلؑ کے توسط سے معراج کے وقت بیگانہ نماز فرض ہوئی۔

نبوت کے تیرھویں سال بیعتِ عقبہ واقع ہوئی۔ قبیلہ انصار کے سات آدمی مثلاً کعب بن مالکؓ اور اسعد بن زرارہؓ وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایمان کی پختگی اور اخلاص کا مشاہدہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیجا۔ اس کے بعد کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا کر خدوات کو گھر سے باہر نکلے۔ حضرت جبرائیل و میکائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ تاکہ کفار ان پر دست درازی نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے اور وہاں سے ان کے ساتھ فارث ثور میں تشریف لے گئے۔ تین رات دن اسی غلام میں رہے۔ اس جگہ حضرت صدیق اکبرؓ کو سانپ نے کاٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ جہنم اس مقام پر لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہو گئے۔ کفار نے بہت تلاکشش کی۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان کی نظروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا تھا۔ تین دن کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لڑکا ان کی بدایت کے مطابق دو اونٹ فارث ثور کے سامنے لایا۔ ایک اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچوم استقبال کر کے سعادت دارین حال کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ قبا میں اترے۔ لوگ جوقِ جوق آتے رہے اور مشرف بالسلام ہوتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد تین دن مکہ میں رہے۔ لوگوں کی امانتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا کیں اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی آنحضرت مقامِ قبا ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ پہنچ گئے۔ پیدل چلتے چلتے آپ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر پھیرا تو فوراً درست ہو گئے اور ان کے پاؤں میں کبھی درد نہ ہوا۔

ہجرت کے پہلے سال عبد اللہ بن سلام جو علمائے یہود میں سے تھے۔ اسلام لائے۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر کی اور اسی سال نماز جمعہ ادا کی اور لمبا خطبہ

پڑھا اور یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا۔ اسی سال دو رکعت نماز ادا کی (یعنی نماز جمعہ میں) اور نماز ظہر اور عصر میں چار چار رکعت نماز مقرر ہوئی۔ پہلے دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اور نماز فجر اور مغرب دستور سابق کی طرح رہیں اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نید بن حارثؓ اور ابورافعہؓ جو آنحضرت کے آزاد کردہ غلام تھے کو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مدینہ لے آنے کے لیے مکہ بھیجا۔ اسی سال حضرت سلمان فارسیؓ ایمان لائے۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان برادری قائم فرمایا اور سچا سچ مہاجرین اور سچا سچ انصار کو عقد مواعظ (برادری) میں جوڑ دیا۔

روضۃ الاحباب میں صحیح بخاری سے منقول ہے کہ اس برادری کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے اندر اور برادری قائم فرمائی۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ کے درمیان اور اپنے اور حضرت علیؓ کے درمیان۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** (تو میرا بھائی ہے اس دنیا اور آخرت میں) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج وقت نماز سے پہلے آذان کا حکم فرمایا اور حضرت بلالؓ کو اس کا حکم پڑھایا اور اسی سال عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔

ہجرت کے دوسرے سال رجب کے مہینے میں سوموار کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھا ہے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ تھا کہ دوسری رکعت کے رکوع کے وقت وحی الہی کے مطابق کعبہ کی جانب رخ کرنے کا حکم ہوا۔ اسی وقت آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ آپ کے ساتھ جماعت صحابہ کرام نے بھی کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ اسی وقت سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فرض ہو گیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر اٹھارہ برس تھی اور حضرت علیؓ کی پچیس برس۔ ان کا حق المہر چار سو مثقال منقرہ (چاندی کا سکہ) مقرر ہوا اور اسی سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان المبارک کے روزہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی سال نماز عید پڑھی گئی اور صدقہ فطر واجب ہوا۔ اسی سال کفار کے ساتھ جہاد کی ابتدا ہوئی۔ آنحضرت کے غزوات

کی تعداد انیس ہے۔ بعض روایات کے مطابق اکیس اور بعض روایات کے مطابق ستائیس ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے عہد مبارک میں چھپن سر آیا واقع ہوئے۔ سوانح نگاروں کی اصطلاح میں غزوہ اسے کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے اور جن مہمات میں آپ خود شریک نہ ہوئے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو اس کام پر مقرر فرمایا۔ انہیں سر آیا (واحد مرتبہ) کہتے ہیں اور اسی سال غزوہ ایوا اور غزوہ ذوالعشر، غزوہ کدین اور غزوہ بدر واقع ہوئے اور جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصاری تھے اور اسی کافر مارے گئے اور شتر کافر قیدی بنائے گئے۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ ان قیدیوں میں سے تھے اور اسی سال غزوہ حنین واقع ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس آئے تو عید شہربان ادا کی اور قربانی کی۔ اور اسی سال غزوہ سون اور غزوہ فرات اللہ واقع ہوئے۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ عطفان واقع ہوا۔ جسے غزوہ ذی امرہ اور غزوہ اثار بھی کہتے ہیں اور اسی سال نویدۃ مصطفیٰ اور جگر گوشہ شہر تھے یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور اسی سال حضرت خنساء بنت حضرت عمرؓ اور حضرت زینب بنت خرمیہؓ کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح میں لیا اور اسی سال اپنی لڑکی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ کی گئی۔ اسی سال غزوہ اُمد واقع ہوا۔ جس میں آپ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ اور دیگر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ تین دن کے بعد غزوہ حمرار اسد وقوع پذیر ہوا۔ ہجرت کے چوتھے سال غزوہ بنی نصر وقوع پذیر ہوا اور اسی سال اُمّ المؤمنین زینب بنت خرمیہؓ نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہؓ کو عقد نکاح میں لیا اور اسی سال حضرت امام حسینؓ ابن حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ اسی سال غزوہ بدر موعود واقع ہوا۔ اسے بدر صغیر بھی کہتے ہیں اور اسی سال وحی حق تعالیٰ کے ذریعے شراب حرام ہوا اور فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علیؓ کو شہداء نے وفات پائی۔

ہجرت کے پانچویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، زینب بنت جحش کو جو حضرت زید بن حارثہ کی مطلقہ تھیں وحی الہی کے حکم سے اپنے عقد نکاح میں لائے اور آپ کا نکاح آسمان میں پڑھا گیا اور ملائکہ گواہ ہوئے اور حجاب (پرده) کی آیت اُن کے ولیمہ کے دن نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

پروہ نہ تھا اور اسی سال غزوہٴ مرعہ واقع ہوا۔ اسی سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں اور ان پر تہمت لگائی گئی۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان کی عصمت کی آیہ نازل فرمائی۔ اسی سال غزوہٴ خندق واقع ہوا۔ اسے غزوہٴ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی سال غزوہٴ بنو قریظہ وقوع پذیر ہوا۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندگرہن کے وقت نمازِ خسوف ادا کی اور اسی سال غزوہٴ دوامۃ الجندل وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت کے پچھٹے سال حج فرض ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کے نویں سال حج فرض ہوا۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے اور اسی سال غزوہٴ فرات الرفاع واقع ہوا۔ اسی سال غزوہٴ بنو الجحنان اور غزوہٴ ذی قرہ بھی واقع ہوئے۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ استسقاء گزادی اور بڑے زور سے بارش ہوئی۔ بارش کے نہ ہونے سے ملک میں سخت قحط تھا۔ جب بارش ہوئی تو لوگوں کی مصیبت دور ہو گئی۔ اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سال کے لیے اور بروایت دیگر دس سال کے لیے صلح کر لی اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ واپسی کے سفر میں سورہٴ فتح نازل ہوئی جس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ بن عجم کے نام خطوط تحریر فرمائے اور اسلام کی دعوت دی۔ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ وہ بغیر مہر کے خطوط نہیں پڑھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے لیے سونے کی ایک انگٹھری بنوائی۔ صحابہ کرام نے بھی اس سنت پر عمل کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگٹھی مہینی تو دوسرے دن حضرت جبرائیلؑ پیغام لائے کہ آپ کی امت کے مردوں کے لیے سونا حرام ہے۔ پس آپ نے سونے کی انگٹھی فوراً اتار دی اور چاندی کی انگٹھی بنوائی۔ صحابہ کرام نے بھی اس پر عمل کیا اور گیند پر کلمہ طیبہ کا نقش تھا۔

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو خط لکھا۔ جب نجاشی کو وہ خط ملا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور خط کا جواب تحفوں کے ساتھ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔ دوسرا خط آپ نے ہرقل قیصر روم کو لکھا۔ لیکن ہرقل ایمان نہ لایا۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ وہ دو سال

کے بعد ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ تیسرا خط آپ نے کسے
 (شاہ ایران) کو لکھا۔ اس وقت شاہ ایران پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا۔ اس نے آپ
 کا خط پھاڑ ڈالا اور وہ نامناسب کلمات نبان پر لایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
 کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میرے خط کے انتقام میں اس کا پیٹ
 پھاڑا ہے۔ چنانچہ سات گھنٹے کے بعد شیروہ بن پرویز نے اپنے باپ کے پیٹ کو خنجر
 سے چاک کر ڈالا اور خود اس کی بجائے تخت نشین ہوا۔ چوتھا خط آپ نے مقوقش شاہ اسکندریہ
 (مصر) کو لکھا۔ اس نے نہ کوئی نامناسب کلمہ کہا اور نہ وہ ایمان لایا۔ لیکن خط کا جواب تحفہ تحائف
 کے ساتھ ارسال کیا۔ ماریہ قبطیہ ان تحائف میں سے تھیں جو آنحضرت اپنے تعرف میں لائے۔
 اس نے ذوالفقار نامی تلوار بھی بطور تحفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی جو آپ
 نے چند روز اپنے پاس رکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمائی۔ پانچواں خط محارث
 بن ابی شمر غسانی بادشاہ دمشق کے نام لکھا۔ اس نے خط کو زمین پر دے مارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قاصد کو ایک سو مثقال زر (سونے کا سکہ) زاویراہ کے طور پر دے کر رخصت کیا اور خط
 کا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ خنیز مسلمان ہو گیا تھا۔ چھٹا خط آپ نے
 ہوزہ بن علی حنفی حکمران ایامہ کو لکھا۔ ہوزہ نے آنحضرت کے خط کو تعظیم کے ساتھ لیا اور قاصد
 کو انعام دے کر خط کے جواب کے ساتھ واپس کیا۔ خط میں اس نے یہ لکھا تھا کہ میں کے بعض علاقے
 مجھے دے دیجئے تاکہ آپ کی اطاعت کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور
 کر لی۔

ہجرت کے ساتویں سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور اسی سال
 غزوہ خیبر واقع ہوا۔ قلعہ صعیب، قلعہ قنوس اور خیبر کے تمام قلعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
 ہاتھ سے فتح ہوئے اور جب فتح خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ قنوس سے واپس
 آئے تو ایک یہودی عورت نے آپ کو بھونے ہوئے گوشت میں زہر کھلا دیا اس سے آپ پر
 کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ عورت پشیمان ہوئی اور مسلمان ہو گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جہنوں نے

زہرا کودہ گوشت کھایا تھا۔ فوت ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کے بدلے میں اس عورت کو قتل کر دیا۔

صفیہ بنت حتی الخطیب کو جو سب اسیران جنگ سے زیادہ خوبصورت تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آزاد کر کے اپنے عقد نکاح میں لائے۔ جنگ خیبر میں چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے اور ترانوے ۹۳ یہودی مارے گئے اور اکثر قیدی بنائے گئے۔ جب آنحضرت غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تو عصر کی نماز کے وقت اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر استراحت فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ جب وحی سے فراغت ہوئی تو دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ عصر کی نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج پھر ظاہر ہوا اور حضرت علیؑ نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سورج پھر غروب ہو گیا۔ اسی سال فتح اور وادی القریۃ فتح ہوئے۔

ہجرت کے آٹھویں سال حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ نے اسلام قبول کیا اور اسی سال غزوہ لوتہ وقوع پذیر ہوا۔ حضرت زید بن عاتقؓ اور حضرت جعفر طیارؓ حضرت علیؑ کے بھائی اسی لڑائی میں شہید ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی اور اسی سال غزوہ ذات السلاسل واقع ہوا اور فتح مکہ بھی تائید الہی سے حاصل ہوئی اور تمام پتھر کے بتوں کو جو کافروں نے خانہ کعبہ کے گرد جمع کر رکھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ کر باہر پھینک دیے اور کفار نے انبیاء علیہم السلام کی جن تصاویر کو کعبہ کی دیواروں پر بنا رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی مٹا دیا۔ اس کے بعد آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسی سال ابوسفیان کما فی لڑائیوں کے بعد شہماں ہو کر اسلام لائے۔ جسکی تفصیل روئے الاحباب میں موجود ہے۔ غزوہ حنین، غزوہ طلاس بعد غزوہ طائف بھی اسی سال واقع ہوئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت ماریہ قبطیہ سے بن سے فرزند پیدا ہوا۔ انکا نام ابراہیمؑ رکھا گیا اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ کا جو ابو العاص بن ہاشم کی بیوی تھیں، انتقال ہوا۔ اسی سال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک ^{کلابہ} اور علیکہ لسیہ سے شادی کی۔ اسی سال سوچ گھبرائی واقع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف ادا کی۔

ہجرت کے نادر سال مال پر زکوٰۃ فرض ہوئی۔ آنحضرت نے نصاب زکوٰۃ مقرر فرمایا۔ اور اس کے مطابق زکوٰۃ ان قبائل سے وصول کی گئی جو اسلام لائے تھے اور زکوٰۃ از قسم مال و جانور مدینہ منورہ میں لائی گئی۔ اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت کے حکم کے مطابق بخانہ قیس جو قبیلہ طے میں تھا۔ منہدم کر کے جلا ڈالا۔ اور حاتم طائی کے خاندان کو مال غنیمت کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے۔ چند روز کے بعد عدی بن حاتم طائی جو ملک شام کی طرف بھاگ گیا تھا واپس آیا اور مشرف باسلام ہوا۔ اور اسی سال غزوہ تبوک وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت کے دسویں سال آنحضرت نے حضرت خالد بن ولید کو قبیلہ بنی حارث کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور اسی سال بانان حاکم مین نے وفات پائی۔ آنحضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ہزار کی جماعت کے ساتھ مین کی طرف روانہ کیا اور رخصت کے وقت اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر دستار باندھی۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ مین میں تھے کہ آنحضرت نے حجۃ الوداع کا احرام باندھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر حج بین شریک ہوں۔ جب آنحضرت حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں غدیر خم کے مقام پر جبرائیل نے آپ کو وفات کی خبر سنائی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اصحاب مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر حکم دیا کہ اونٹ کے پالان کا منبر بنائیں۔ آپ نے منبر پر بیٹھ کر ایک طویل خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ الفاظ فرمائے: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَهَذَا الْعَلِيُّ مَوْلَاً اِلَى آخِرِهِ (جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی رضی اللہ عنہ مولا ہے) چنانچہ اس بات کا کتب حدیث و سیر میں مفصل ذکر ہے۔ اسی سال حضرت ابراہیم آنحضرت کے نور دیدہ کا وصال ہوا۔

ہجرت کے گیارہویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور وصال فرمایا۔ تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے آتے ہی بیمار ہو گئے۔ اسی زمانے میں بعض جھوٹے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ان میں سے ایک میلہ الکذاب بن

یامہ متعجبے رحمیہ پیامہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرا طلحہ بن خویلد، تیسرا اسود بن کعب غسلی، چوتھی ایک عورت تھی جس کا نام سجاح بنت الحارث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند دنوں میں ان لوگوں کے کذب سے خلق کو آگاہ کر دیا۔

اسی سال ماہ صفر کی اٹھائیسویں تاریخ بروز چہار شنبہ (بدھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے مرض کی مدت میں اختلاف ہے۔ اکثر سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ آپ تیرہ دن اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ چودہ دن اور بعض کے نزدیک بارہ دن اور بعض کے خیال کے مطابق دس دن بیمار رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے روز جب آپ کو زیادہ تکلیف ہوئی تو صحابہ کرام سے فرمایا میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے لیے وصیت لکھوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کاغذ اور قلم دوات طلب فرمائی تاکہ ایسی چیز لکھ کر چھوڑ جائیں کہ لوگ ہرگز گمراہ نہ ہوں۔ اس کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ کاغذ اور قلم دوات لائی جائے تاکہ آپ جو کچھ چاہتے ہیں لکھ لیں۔ بعض کہتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس نازک وقت میں آپ کو لکھنے کی تکلیف دی جائے۔ اس بات پر کافی بحث ہوئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخریر کا ارادہ ترک کر دیا۔ روضۃ الاجاب میں اس کا مفصل ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے تین دن پہلے نماز کی امامت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ جسے اپنے شام پر لشکر کشی کے امیر لشکر مقرر فرمایا ہوا تھا۔ وصال سے دو دن پہلے یعنی دس ماہ ربیع الاول بروز سوموار باوجود تکلیف میں مبتلا ہونے کے اپنے ہاتھ سے جھنڈا بنا کر عطا فرمایا۔ اور ان کے سنی میں دعائے خیر فرما کر رخصت فرمایا۔ حضرت اسامہؓ جھنڈا لے کر باہر آئے اور کیمپ تیار کیا تاکہ لشکر جمع ہو۔ مہاجرین و انصار کے اکابر مثلاً ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابوجلیدہ بن حبشہؓ سب کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم تھا۔ یہ اسلام کی شان ہے کہ حضرت اسامہؓ ایک غلام زادہ نوجوان تھے۔ لیکن فن سپہ گری میں ماہر تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکابر صحابہؓ کا سردار مقرر فرمایا اور کسی نے چون ڈھرانہ کی..... مترجم

اس میں شک نہیں کہ یہ بات بعض لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابر قریش کا سردار مقرر کیا گیا ہے۔ جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچی تو آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا : مَنْ تَخَلَّفَ جَيْشِ أَسَامَةَ فَهُوَ مُدْعُونٌ (جس نے اسامہؓ کے لشکر کی مخالفت کی وہ مدعون ہے) یہ سن کر تمام صحابہ کرامؓ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ بنو ہاشم اور اہل بیت کے سوا کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ رہا۔ سب صحابہ کرامؓ حضرت اسامہؓ کے کیمپ میں چلے گئے۔ چنانچہ امیر لشکر نے کوچ کا حکم دیا اور سب سوار ہونے والے تھے کہ خبر موصول ہوئی کہ آنحضرتؐ حالت نزع میں ہیں۔ حضرت اسامہؓ واپس آئے اور باقی صحابہ کرامؓ بھی سخت پریشانی کی حالت میں واپس آ گئے۔ کہتے ہیں کہ سکراتِ موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر بھی کہ کبھی آپ کا زنگ سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد۔ پانی کا پیالہ اپنے سامنے لکھا ہوا تھا۔ آپ اس میں ہاتھ دیکر کے اپنے جسم مبارک پر ملتے تھے۔ اسی نزع کی حالت میں آپ نے مسواک فرمایا اور سوموار کے دن بتاریخ بارہ ربیع الاول جاں بحق ہوئے۔ قال علیہ السلام : الْمَوْتُ جَسْرٌ يُؤْتِيهِ الْعَبِيْبُ إِلَى الْعَبِيْبِ (فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے ساتھ لادیتی ہے) اور حضرت سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ) نے راحت القلوب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بھروسے تھے۔ ہر روز ایک ایک حجرے سے طعام خیرات کیا گیا۔ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کثرت سے طعام خیرات کیا کہ تمام اہل مدینہ کو ملا اور بہت شہرت ہوئی۔ اس لیے تمام اہل اسلام کہتے ہیں کہ ماہ مذکور کی بارہویں تاریخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے۔ لیکن صحیح روایت کے مطابق آپ کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا۔ اسی وجہ سے اکثر حضرات چہشت دوسری تاریخ کو عرس کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اہل بیت سے تعزیت کرنے کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجمیر و تکفین آپ کا حق ہے اور خود اکابر مہاجرین کے ساتھ ثقیفہ بنی ساعد کی طرف چلے گئے۔ تاکہ خلافت کا مسئلہ طے کیا جائے۔

اہل بیت غسل میں مشغول تھے کہ کسی نے باہر سے آواز دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہ دیکھتے کہ آپ طاہر اور مطہر ہیں۔ اس کے بعد ایک اور آواز آئی کہ غسل دو اور پہلی بات کی پروا مت کرو کیونکہ وہ شیطان کی آواز تھی۔ اور میں خضر ہوں۔ پس حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت فضیلؓ، حضرت وقتمؓ، پیران عباس اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور صالح حبشی جو آنحضرت کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کا لقب ثقران ہے۔ ان چھ حضرات نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا اور آنحضرت کے غسل میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے تین مرتبہ آپ کے جسم مبارک کو پانی سے دھویا۔ اور حضرت علیؓ اس وقت کھڑے رہے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ زندگی اور موت میں کس قدر خوشبو ہے! غسل کے بعد پانی کے چند قطرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشہ چشم اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اپنے جسم پر مل لیا۔ اس وجہ سے ان کے علم اور قوتِ حافظہ میں مزید اضافہ ہوا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید کفن میں ملبوس تھے اور پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس طرح کہ آپ کی وصیت تھی۔ آپ ابھی کمرے کے اندر تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال سووار کے دن ہوا اور ہم نے منگل کے دن ہاتف سے آسمان کی جانب سے آواز سنی کہ پہلے مسلمانوں کا ابتدائی گروہ اپنے پیغمبر علیہ السلام پر نمازِ جنازہ پڑھے۔ پس اس ترتیب سے جو ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے۔ لوگ جوق در جوق آتے رہے اور ہر شخص نے علیہ السلام پر نماز پڑھی۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیا تھا کہ کوئی امامت نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تمہارے امام ہیں حیات میں بھی اور ممات میں بھی۔ اس کے بعد آپ کو حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپ کا وصال ہوا دفن کیا گیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ وصال کے تیسرے روز حضرت خضر علیہ السلام فاتحہ خوانی کے لیے حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ فاتحہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور تسلی دے کر رخصت ہوئے۔

اربابِ سیر و سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ بیویاں تھیں۔ جو ساری زندگی میں آپ کے نکاح میں رہیں۔ ان میں سے گیارہ پر سب کا اتفاق ہے اور ایک میں اختلاف ہے۔ سب سے پہلے آپ نے نبوت سے قبل حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ساتھ شادی

کی اور جب تک آپ زندہ رہیں آپ نے کسی اور سے شادی نہ کی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ نے دو فرزند اور چار دختر پیدا ہوئے۔ ایک فرزند جن کا اسم گرامی قاسم تھا اور تین لڑکیاں نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ دوسرا لڑکا جس کا نام عبد اللہ تھا اور لقب کتب و طاہر تھا اور حضرت فاطمہؑ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار خادماں تھیں جن میں ایک ماریہ قبطیہ تھیں۔ جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ آپ کے تینوں صاحبزادے بچپن میں رحلت کر گئے تھے اور دوسری کسی بیوی سے اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔

روضۃ الاحباب میں ایک صحیح حدیث نقل کی گئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے کوئی شادی نہ کی بجز اس کے کہ جبرائیلؑ آکر فرماتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ کہو۔

ذکر قسوة المهاجرین والانصار ثانی اثین اذھمانی العاز معدن صدق و صفا
صاحب السیف و السخا پیشوائے ارباب تحقیق خلیفۃ الرسولؐ

امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم شریف عبد اللہ بن ابی قحافہ تھا اور ابی قحافہ کا نام عثمان بن عامر تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قوم قریش میں سے تھیں۔ آپ کی نسبت پانچ واسطوں سے سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کے ساتھ جا ملتی ہے۔ (یعنی پانچ پشتوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک جہاں جہاں کی اولاد ہیں) حضرت ابو بکر صدیقؓ قریش میں بہت معزز اور مالدار آدمی تھے۔ آپ کا شمار اپنی قوم کے رؤساء اور اہل مشورت لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ علم الساب (خاندانوں اور نسلوں کے حالات)، علم تعبیر خواب، علم عروض و قافیہ (شعر و سخن) میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی طرف بہت اشعار منسوب تھے اور آپ تمام کمالات انسانی سے متصف تھے۔ جب آپ سفر شام سے واپس لوٹے تو آپ نے ایک خواب دیکھا اور فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف اسلام حاصل کیا۔ آنحضرتؐ کی نبوت سے لے کر وصال تک آپ سفر و حضر میں بہت کم آنحضرتؐ سے جدا

ہوئے۔ آپ نے کابل صدیق سے اپنی جان اور مالی گوشہ کا وہ عظیم پر قربان کر دیا اور کئی اہم
 میں آنحضرت کی متابعت ترک نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کے بعد آپ قوم کے سردار ہوئے۔
 اور مشائخ آپ کو ارباب مشاہدہ سے مقدم جانتے ہیں۔ سیرۃ اولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ
 رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے شادی کر لی اور آپ
 نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشاغل کیا تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اس
 قدر جانتی ہوں کہ رات کا اکثر حصہ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول میں گزارتے تھے۔ جب صبح ہوتی تو
 آپ سانس لیتے اور آپ کے جگر سے طے ہونے گوشت کی بڑا آتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے
 کہا کہ میں ان کے باقی ہر کام کی متابعت کر سکتا ہوں۔ لیکن جگر سوختہ کہاں سے لافل۔ اس کے
 بعد انہوں نے اس کو طلاق دے دی اور کہا کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات دریافت
 کرنے کے لیے آپ کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ آپ کے کمالات
 اور خارق عادات (کرامات) اس قدر ہیں کہ اس مختصر تحریر میں نہیں سما سکتے۔ ارباب سیر لکھتے
 ہیں کہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد تمام صحابہؓ کی اتفاق رائے سے
 آپ کو خلافت پر بیٹھے۔ اسی وجہ سے آپ کو خلیفۃ الرسول کہتے ہیں۔ قوم انصار نے
 خلافت کے معاملہ میں کچھ اختلاف رائے ظاہر کیا۔ لیکن تبادلہ خیال کے بعد وہ اختلاف بھی
 دور ہو گیا اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کر لی۔ لیکن حضرت علیؓ کو مراد و سہرا اور
 اکثر بنو ہاشم نے فوری بیعت نہ کی۔ جب حضرت فاطمہ الزہراءؓ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ اس وقت
 حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

بعض معتبر کتب تاریخ مثل تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت علیؓ

نے سنا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبویؐ میں بیٹھے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں

تو جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح فوراً اٹھے اور جا کر ان سے بیعت کی اور واپس

آنے کے لیے گھر سے کپڑے طلب فرمائے۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ نے اس قدر

عجلت کیوں فرمائی کہ باہر جانے کے کپڑے بھی نہ پہن لیے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ خیال

ہوا کہ میرے بھائی ابوبکرؓ یہ نہ کہیں کہ علیؓ نے بیعت کرنے میں دیر لگائی۔ ہاں مجھے

ان سے یہ شکایت ضرور تھی کہ انہوں نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں جب امر خلافت طے کیا تو مجھ سے مشورہ نہ کیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شکایت حضرت ابوبکرؓ سے کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم کس طرح آپ کو مشورہ کے لیے بلا سکتے تھے۔ آپ تو آنحضرت کے اہل بیت تھے۔ آپ تجھ پر تکفین میں مشغول تھے۔ اگر ہم آپ کو بلاتے تو لوگ کہتے کہ نہی کو ان کے گھر والے بھی چھوڑ کر خلافت کے معاملے میں مصروف ہو گئے تھے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ عندنا تو مطمئن ہو گیا۔۔۔۔۔ مترجم

چنانچہ روضۃ الاحباب کی دوسری جلد میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں اعراب (دیہاتی لوگ) کی ایک جماعت جن کا ایمان ابھی تک سچتہ نہ ہوا تھا۔ مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے مقابلے میں فوج بھیجی۔ لڑائی ہوئی۔ ان میں سے اکثر قتل ہوئے اور بعض از سر نو مسلمان ہوئے۔ الغرض یہ فتنہ ان کی کوشش سے رفع ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کر قوم بنی اسد کی طرف طلحہ کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ وہاں سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو پیامہ کی طرف مسیما الکذاب کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا۔ کیونکہ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیما الکذاب نے بڑے زور سے مقابلہ کیا۔ بہت لڑائی ہوئی۔ آخر اس کے بے شمار آدمی قتل ہوئے اور مسیما الکذاب بھی مارا گیا۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بارہ قبیلے حسب مال اور زکوٰۃ سے انکار کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے۔ جن میں سے دو قبیلوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیدھا کر لیا تھا اور باقی قبیلوں کو حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت عمرؓ کی وساطت سے قرآن مجید جمع کیا گیا۔ اس سے پہلے متفرق تھا۔ جو صحابی نبوی آیت لے کر آتا تھا۔ قبول نہیں کی جاتی تھی۔ جب تک کہ دو گواہ شہادت نہ دیتے۔ حضرت زید بن ثابتؓ انصاریؓ کو یہ کلمہ سپرد کیا گیا تھا۔ انہوں نے کمال احتیاط سے اس کا رِکْمِ کو سر انجام دیا۔ خلافت کے دوسرے سال جو ہجرت کے بعد بارہواں سال تھا۔ حضرت مسنن بن حارث کشیمیؓ

58654

جو اپنی قوم کے علماء میں سے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اور عرض کیا کہ شاہانِ عجم کی یاکستوں کو ضعف پہنچ چکا ہے۔ مجھے اجازت دی جاتے آکر ایک لشکر کو فراداس کے نواح کی طرف لے جاؤں۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کوئی پہنچ کر گردونواح کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ ان کی مدد کے لیے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ خالد بن ولیدؓ نے عجم کے حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جیتے اور بہت قیدی اور بے قیمت حاصل کر کے امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے والد جو ان قیدیوں میں سے تھے۔ صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے صدیق اکبرؓ بعض بادعرب و عجم میں جزیہ مقرر کیا یہ ایران کے بادشاہ شیرویہ بن کسریٰ پر وزیر کا عہد تھا۔ ہجرت کے تیرھویں سال صدیق اکبرؓ نے چار سو سالوں کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر شام و روم کی تسخیر پر مامور فرمایا۔ جنہوں نے شام و روم کے اکثر علاقوں کو فتح کر لیا۔ اس کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں مفصل ملتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ سال قبل کے دو سال چار ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔ آخر عمر میں پندرہ دن کی بیماری کے بعد سوموار اور بعض احوال کے مطابق مگھل کے دن اور ایک روایت کے مطابق جمعہ کے دن بائیس یا تیس جیادوی الآخرؓ کو وصال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ سال اور ایک روایت کے مطابق ۶۵ سال تھی اور مدتِ خلافت دو سال چھ ماہ اور ایک روایت کے مطابق دو سال دو ماہ پچیس دن تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق دو سال اور چار ماہ تھی آخر عمر میں آپ نے خلافت کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا اور جانِ جانان کے سپرد کی۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کی چار بیویاں تھیں۔ جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ فرزندوں کا نام حضرت عبداللہؓ، محمد الرحمنؓ، اور محمدؓ تھا اور دختران کا نام حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ تھا۔ صدیق اکبرؓ کے خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان ان کے وزیر تھے۔ صدیق اکبرؓ کے دیگر حالات و کرامات اور وہ احادیث جو ان کے سنی میں وارد ہوئی ہیں۔ رونقہ احباب کی دوسری جلد اور دوسری کتب سیرت میں مفصل درج ہیں۔ وہاں دیکھ کر مبراہ مند ہونا چاہیے۔

ذکر قدوة الاصحاب والاجاب، متکلم بالحق والقوا، شیخ الحدیث والاجتهاد
 صاحب الدررہ و دافع الفساد اور رموز دان حضرت ابوبکر، مخصوص عبدالت

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کا نسب نو پشتوں کے بعد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قریش سے تھیں۔ صدیق اکبرؓ کے بعد آپ منہ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ اکابر و اشراف قریش میں سے تھے۔ ایامِ جاہلیت میں قریش کی سرداری اور صلاح کاری کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ جب کسی دوسرے قبیلے کے ساتھ قبیلہ قریش کا لڑائی جھگڑا ہوتا تو صلاح کاری کے لیے حضرت فاروقِ اعظمؓ کو بھیجا جاتا تھا اور فریقین اس بات پر فخر کرتے تھے کہ فاروقِ اعظمؓ ثالث ہیں۔ آپ نبوت کے آٹھویں سال مشرف باسلام ہوئے۔ جس سے اہل اسلام کو بے سرفوت حاصل ہوئی۔ آپ کے کمالات اور خوارق و عادات بہت ہیں۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ اور علمائے دین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا تہم علی مقل و دانش زہد و تقویٰ، تواضع، مسلمانوں پر شفقت اور کافروں پر شدت اور رعب کمال عدل و انصاف حق سے عدم تجاوز، باطل سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعظیم اظہار من الشمس ہے۔ روضۃ الاجاب میں لکھا ہے کہ آپ کے عہد خلافت میں ایک ہزار چھبیس ہزار شہر مع ان کے مال و متاع اور باشندگان کے فتح ہوئے اور چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں، چار ہزار گرجے تباہ ہوئے اور جمعہ کی نماز کے لیے نو سو مہنر تعمیر ہوئے۔ سب سے پہلے شخص جو امیر المؤمنین کے لقب سے طقب ہوئے وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے اور پہلے آدمی جو مدینہ منورہ کے کوچہ و بازار میں ضعیفوں، غریبوں اور بے چاروں کے حالات معلوم کرنے اور خبر گیری کرنے کیلئے گشت لگاتے تھے۔ آپ تھے۔ جہاں تک بیت المال پر تصرف کا تعلق ہے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ

سے گنہ دیا تھا کہ عمرؓ کے لیے بیت المال سے دو جوڑے درکار ہیں۔ ایک موسم سرما کے لیے، ایک موسم گرما کے لیے اور سواری صرف اس قدر درکار ہے جو سفر حج و عمرہ اور جہاد کے لیے کافی ہو اور اپنے اور اہل و عیال کے گزارہ کے لیے بیت المال سے اس قدر خوراک کی ضرورت ہے جو اہل قریش کے ایک متوسط آدمی کے لیے درکار ہے جو نہ زیادہ غریب ہونہ امیر۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی نیکی کے بغیر یاد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات قدم قدم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔ جس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہوا۔ اس سے دوسرے دن حضرت عمرؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ پہلا کام جو انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو شام کے لشکر سے معزول کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو کمانڈر انچیف مقرر کیا۔

اس میں اختلاف ہے۔ مختلف تواریخ میں مختلف روایات درج ہیں۔ احقر مترجم

کتاب ہذا نے اسلام کی فوجی تاریخ کی تالیف کے دوران جو تحقیقات (ریسرچ) کی ہے، اس سے

اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملک شام میں چار فوجی جرنیلوں کے ساتھ

افواج روانہ کیں۔ وہ سب مختلف علاقوں میں بھیجی گئیں اور خود مختار تھیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ

بھی ان چار جرنیلوں میں سے ایک تھے۔ جب قیصر روم نے مسلمانوں کے مقابلے میں دو لاکھ کے

قریب فوج بھیجی تو ان چار جرنیلوں نے یکجا ہو کر مشورہ کیا کہ چونکہ ہماری فوج دشمن کے مقابلے میں

بہت کم ہے (اسلامی فوج کل پینتیس ہزار کے درمیان تھی) اس لیے ہمیں علیحدہ علیحدہ لڑنے

کی بجائے متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے اور ساری فوج کو ایک کمانڈر انچیف کے ماتحت

کر دینا چاہیے۔ جب اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا تو دوسرا کام کمانڈر انچیف کا انتخاب تھا

اس کام کے لیے سب نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو پسند کیا۔ اس سے ظاہر

ہے کہ شروع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو افواج کا شام کا کمانڈر انچیف

مقرر کر کے نہیں بھیجا تھا۔ لہذا حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں ان کی معزولی کا جو واقعہ مشہور ہے

اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ میدان جنگ میں کمانڈروں کا رد و بدل روزمرہ کی چیز ہے اس

کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو حضرت عمرؓ نے کیا۔ وہ یہ تھا کہ انہوں نے

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو زیادہ موزون سمجھ کر فتح یرموک کے بعد بقیع لڑائیوں کی کمان ان کے سپرد

کردی تھی۔ لہذا بعض کتب تواریخ میں جو رد و کد اور بد مزگی بیان کی جاتی ہے۔ اس کی حقائق کے سامنے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ نیز یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ وفات سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری جائداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر وقف کر دی تھی اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ حضرت عمرؓ محبوب ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ اس بارے میں بعض سوانح نگاروں نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔

ہجرت کے چودھویں سال حضرت ابو عبیدہؓ کے ذریعہ دمشق فتح ہوا۔ جب عجم (غیر اسلامی) حکمرانوں کو اسلامی افواج کی متواتر فتوحات کی خبر موصول ہوئی تو یزدجرد کسری جو لوشیروان کی نسل سے تھا۔ ایران کے تخت پر بیٹھتے ہی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

ہجرت کے پندرھویں اور سولھویں سال حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو چھ ہزار فوج دے کر شاہ عجم کے خلاف روانہ کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص دشمن کی افواج کو متواتر شکستیں دیتے ہوئے شاہ ایران کے دار الحکومت مدائن کے قریب پہنچ گئے۔ یزدجرد کسری مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور مدائن چھوڑ کر عراق اور خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ شاہ ایران کا تمام مال و دولت جو چار ہزار سال سے مدائن میں جمع تھا۔ سب مسلمان کے ہاتھ آ گیا۔ حضرت سعدؓ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے یہ مال صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا۔ اس کی تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں درج ہے۔ اسی سال آپ نے شہر بصرہ کی بنیاد ڈالی۔ اسی سال حضرت ابو عبیدہؓ نے روم کے اکثر شہر فتح کیے۔ اسی سال حضرت فاروق اعظمؓ بیت المقدس تشریف لے گئے اور فتح کو مکمل کیا اور اسی سال شہر ہائے موصل وغیرہ فتح ہوئے۔

ہجرت کے سترھویں سال شہر کوفہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ چونکہ مدائن کی آب و ہوا اہل عرب کو موافق نہ آئی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے کوفہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ (حدود سلطنت اسلامیہ پر بصرہ اور کوفہ پہلی دو چھاؤنیاں تعمیر ہوئیں تاکہ افواج کو فوری کارروائی کے لیے مختلف اطراف میں بھیجا جاسکے) اسی سال صوبہ اہواز کے اٹھتر شہر فتح ہوئے۔

ہجرت کے اٹھارھویں سال حضرت ابو عبیدہؓ کا خلا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں

آیا کہ بعض لوگ شراب خوری کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے اس عادت کی روک تھام کر دی۔ ہجرت کے انیسویں سال مسجد نبوی کی توسیع کرائی گئی۔ کیونکہ کثرت اصحاب سے توسیع کی ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عباسؓ سے ان کا گھر بھی خرید کر کے مسجد میں شامل کر دیا گیا۔ ہجرت کے بیسویں سال حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا۔ سب سے نا در امر جو حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ تھا کہ ایام جاہلیت میں ہر سال دریائے نیل کا پانی رک جاتا تھا اور جوش میں آ کر گرد و نواح کے علاقوں کو زیر آب کر دیتا تھا۔ اس کے دفعیہ کے لیے اہل مصر ایک لڑکی عمدہ کپڑے اور زیورات سے آراستہ پرستہ کر کے دریا میں پھینک دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے دریا کا پانی نیچے چلا جاتا تھا۔ فتح مصر کے بعد جب وہ موسم آیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ اب کس چیز کی قربانی کرنی چاہیے حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ شریعت محمدیؐ کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ ہم ایک خط بھیج رہے ہیں۔ اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا کا پانی چلنے لگ جائے گا۔ جب دریا کا پانی جوش میں آ کر رک گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے امیر المومنینؓ کا خط پانی میں ڈال دیا۔ خط کے ٹلنے ہی پانی اتر گیا اور بدستور سابق بننے لگا۔ اس خط کے یہ الفاظ تھے اے آب نیل اگر تو خود بھڑ گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے اگر تیرا چلنا خداوند مکیا تے وہ بے ہمتانے و ہمارے فرمان سے ہے تو ہمیں تیری پروا نہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اپنے سر کو قدم بنائے اور اپنا چہرہ زمین پر پل کر بدستور سابق چلنا شروع کر دے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے کمالات کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہجرت کے اکیسویں سال نہادند اور ہمدان فتح ہوئے۔ ہجرت کے بائیسویں سال حضرت مغیرہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر آذربائیجان فتح ہوا اور عجم کے اکثر لوگ جو ہمدان میں تھے۔ بھاگ گئے۔ اسی سال حضرت نعیمؓ نے رے کو فتح کر کے گرد و نواح کے علاقوں کو مسخر کر لیا۔ اسی سال حضرت عمرؓ کے حکم سے اصعب بن فیضؓ لشکر کثیر لے کر خراسان پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر یزدجرد کسری نے لڑائی کے بغیر بھاگ کر دریائے آمس کو عبور کرتے ہوئے خاقان چین کے ہاں پناہ لی۔ اسی سال والئی ماتندران نے کرمان و نواح کے علاقوں کا خراج دینا تسلیم کیا اور طبرستان کے

بائندگان نے اہل اسلام سے صلح کر کے پانچ لاکھ درہم بیت المال میں جمع کرادیے۔ ہجرت کے تیسویں سال ملک فارس اور اخصطر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا دار الخلافہ تھا فتح ہوئے اس کے بعد کرمان، شیراز، سیستان، مکران، عمان اور ملک روم کے اکثر شہر فتح ہوئے اور اسلام کی شان و شوکت میں بے حد اضافہ ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس مختصر سی کتاب میں درج نہیں ہو سکتے۔ پہلے شخص جنہوں نے تاریخ بھری مقرر کی۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جو جمع قرآن کا باعث ہوئے۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے لوگوں کو اپنی مساجد میں نماز تراویح کے لیے جماعت کا حکم صادر فرمایا۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے شراب خوری کے لیے ستر کوڑوں کی سزا مقرر کی آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے بیت المال جاری کیا آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے غیبت گوئی کی سزا مقرر کی آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے بچوں کی ماؤں کی خریداری کی ممانعت کی۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیر کا حکم دیا۔ آپ تھے۔ اس سے پہلے چار چار پانچ پانچ اور چھ چھ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے اسلام میں وقف جاری کیا۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے دُڑے کا استعمال شروع کیا آپ تھے آپ کے عہد حکومت میں بے شمار ملک اور شہر فتح ہوئے۔ اکثر شہروں کی بنیاد ڈالی گئی اور ہر سال کثرت سے خراج بیت المال میں داخل ہونے لگا اور اسی سال فاروق اعظم حج ادا کر کے مدینہ منورہ واپس آئے۔ ایک دن آپ نے مسجد نبویؐ میں ممبر پر چڑھ کر فرمایا کہ اے مسلمانو! مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ ایک مرنے والے نے دو یاقین دفعہ مجھے اپنی چوخی ماری ہے۔ بلاشبک و شبہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرا اہل قریب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت جلدی واقع ہو جائے تو خلافت کے متعلق چھ اصحاب میں مشاورت کی جائے۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن لوف رضی اللہ عنہ۔ لوگ ان چھ اصحاب میں سے جسے خلافت کے لیے پسند کریں۔ خلافت اس کے سپرد کی جائے۔ چند دنوں کے بعد حضرت مغیرہ شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولو المعروف فیروز نے آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تین دن کے بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ کی

عمر شریف تالیف سال، ایک روایت کے مطابق چھ سال،
 روایت کے مطابق پچھتر سال اور ایک روایت کے مطابق اٹھاون سال تھی۔ آپ یکشنبہ (اول)
 کی رات پہلی حرم ہجرت کے تیسویں سال جان بحق ہوئے۔ آپ کی خلافت کی مدت دس سال اور چھ
 ماہ تھی۔ آپ کی چھ منکوحہ بیویاں اور دو کنیزی تھیں۔ ان میں سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔
 آپ کی بڑی بیوی زینب قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے یعنی عبداللہ
 اور عبدالرحمن تھے اور ایک لڑکی حضرت عقیس جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں
 سے تھیں۔ آپ کی دوسری بیوی ام کلثوم بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھیں جن کے بطن سے ایک
 لڑکا بنام زید اور ایک لڑکی رقیہ تھیں۔ ان دونوں کا صغیر کنی میں انتقال ہو گیا تھا۔ چھ لڑکے
 اور دو لڑکیاں باقی بیویوں اور کنیزوں کے بطن سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ زید اصغرؓ،
 عبداللہ اصغرؓ، عیاضؓ، عبدالرحمن اوسطؓ، عبدالرحمن اصغرؓ۔ یہ دونوں عبدالرحمن کنیزوں کے بطن
 میں سے تھے۔ دو لڑکیاں یعنی فاطمہؓ اور زینبؓ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہجرت کے ترہویں
 سال فوت ہوئیں۔ نیز فضل بن عباسؓ بائیس سال کی عمر میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔
 ہجرت کے بیسویں سال ابو عبداللہ بلال بن رباح حبشیؓ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز
 اور مؤذن تھے۔ بھی حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوت ہوئے۔ آپ کے عہد کے تمام واقعات
 اس مختصر کتاب میں درج نہیں کیے جاسکتے۔ رونمہ الاحباب کی جلد دوم میں مندرج ہیں۔ قارئین
 وہاں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



ذکر ال مفتاح الامصار والبلدان، آمنیج الجود والاحسان ان معدن صدق وحق
ان جامع لعلم والسجا، ان مخاطب ندب والنورین والجامع القران مقتدائے دین

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت زمانہ جاہلیت میں ابو عمر تھی۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد آپ کو ابو عبد اللہ
کے تھے۔ آپ کا نسب حضرت عبد مناف یعنی نسب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قبیلہ قریش سے تھیں۔ آپ کا شمار قریش کے سرداروں اور
بنی امیہ خاندان کے مقتدار میں ہوتا ہے۔ آپ قبیلہ بنی امیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے حسان
مال و دولت کی کثرت تھی اور قدر و منزلت رکھتے تھے۔ آپ اپنے خویش و اقربار کے ساتھ مہربانی
سے پیش آتے تھے۔ آپ حلم و حیا اور حق تعالیٰ کے ساتھ تقویٰ اور عبادت اور سخاوت و نبل
مال (مال کے خرچ کرنے) میں مشہور تھے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف
حاصل تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آپ
کے نکاح میں تھیں۔ لیکن ان میں سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ ابوللو کے
زخم سے شہید ہو گئے اور خلافت کا فیصلہ چھ اصحاب کے سپرد ہوا۔ تو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ،
حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے
درمیان مشاورت اور بحث مباحثہ شروع ہوا۔ جس کی تفصیل روضۃ الاجاب جلد دوم میں درج
ہے۔ بالاخر خلافت کے لیے حضرت عثمانؓ منتخب ہوئے اور انہوں نے کمال عدل و احسان سے
یہ کام سر انجام دیا۔

ہجرت کے پچیسویں سال اہل سکندریہ نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی۔ حضرت عثمانؓ
نے حضرت عمر بن عاصؓ کو ان کی سرکوبی کے لیے کثیر فوج دے کر روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے

وہ تمام ملک فتح ہو گیا۔ موسم کے چند حصے بھی اسی عرصہ میں فتح ہوئے۔ اسی سال اہل آذربائیجان بھی
 نقصِ عہد کے مرتکب ہوئے۔ امیر المومنین نے سلمان بن ربیعہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ لیکن
 دوران میں اہل روم نے بھی بغاوت کی۔ جس کے دفعیہ کے لیے امیر المومنین نے حضرت معاویہؓ کو
 روانہ کیا۔ دونوں لشکروں نے دشمنانِ اسلام پر فتح پائی اور بے شمار مال و دولت اور بھیر بکریاں
 مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

ہجرت کے پچیسویں سال امیر المومنینؓ عمر کی غرض سے مکہ معظمہ گئے۔ رات کے وقت
 بیت اللہ شریف میں حاضری دی اور طواف کیا۔ صبح صادق سے قبل عمر سے فارغ ہو گئے۔ اس کے
 بعد آپ نے مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا اور چند مکانات کو مسمار کر کے آپ نے غارِ کعبہ میں شامل
 کرایا۔ اسی سال حضرت عثمانؓ حضرت عمر بن عاصؓ کو فتح نیشاپور کے لیے متعین فرمایا۔ وہاں کے لوگوں
 نے صلح کر لی۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سعدؓ کے ہاتھ سے افریقیہ فتح ہوا۔ ہجرت کے ستائیسویں سال
 حضرت معاویہؓ نے قیس کا علاقہ فتح کیا۔ اسی سال بصرہ کے لوگوں نے مدینہ منورہ آکر حضرت
 ابو موسیٰ اشعریؓ کے خلاف امیر المومنین سے شکایت کی۔ انہوں نے بصرہ کی حکومت عبداللہ بن عامرؓ
 اور دوسری روایت کے مطابق اپنے خالہ زاد بھائی عبداللہ شمسؓ کے حوالے کی۔ تیسویں سال امیر المومنین
 نے ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کے جرم میں معزول کر کے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اس جگہ کی
 حکومت پر متعین فرمایا اور اسی سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آریخ طبری میں لکھا ہے کہ مہربوت
 جس پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا سَوَّلَ اللَّهُ لَهَا تَحًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
 بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھی۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ منسبِ خلافت پر متمکن ہوئے
 تو انہوں نے مہربوت امیر المومنین کے حوالہ کر دی۔ اس کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی۔
 انہوں نے اپنی مرض الموت میں مہربوت حضرت حفصہؓ کے سپرد کر کے حکم دیا کہ جو شخص خلافت پر
 مامور ہو اس کے حوالہ کر دی جائے۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے اسے حضرت عثمانؓ کے حوالہ کر دیا۔
 حضرت عثمانؓ نے ایک کنواں کھدوایا تھا۔ ایک دن اس کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے اور مہربوت
 کو ایک انگلی سے اتار کر دوسری انگلی پر لگا رکھے کہ اچانک وہ کنوئیں کے اندر گر گئی۔ اس سے آپ
 بے قرار ہوئے اور کنوئیں کا تمام پانی باہر نکلوا کر تلاش کیا۔ لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد مہربوت

ہمیشہ کے لیے گم ہو گئی اور کسی شخص کو نہ ملی۔ صاحبِ روختہ الاحباب لکھتے ہیں کہ اسی دن سے حضرت عثمانؓ پر حوادث اور فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے اور صحابہ کرامؓ کے قلوب ان سے متعیر ہو گئے اور امورِ خلافت میں نقص واقع ہوا۔ اس سے حضرت ذوالنورینؓ کے قلب پر بے حد حزن و طلال طاری ہوا۔ بیت :

چنین است کہ دارگہ دندہ دھسے گئے نوش پیش آورد گا زہر

(ترجمہ) زمانے کی رفتار یہی ہے کہ کبھی تریاق پیش آتا ہے کبھی زہر۔

ہجرت کے اکتیسویں سال ارمینہ حضرت حبیب بن مسلمہؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ قرآن جمع کرنے اور صحیح نسخے لکھوا کر مختلف مقامات میں بھیجنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ارمینہ اور آذربائیجان کی فتوحات کے وقت صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت میں قرأت کلام مجید کے متعلق کچھ اختلاف رونما ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو دی گئی۔ آپ نے انصار و مہاجرین کے اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ ہوا مختلف نسخہ جات کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ نسخہ جات جو حضرت عمرؓ کی کوشش سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں لکھا گیا تھا۔ حضرت حفصہ بنت حضرت عمرؓ سے حاصل کیا گیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو م اشدر وجہہ حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی نسخے جمع کر کے بکھر رکھے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سب کو یکجا کر کے حضرت زید بن ثابتؓ انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی العاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عمارؓ کو حکم دیا کہ ان سب نسخوں کو یکجا کیا جائے۔ الغرض نہایت جدوجہد کے ساتھ یہ ہم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی اس وقت سات کاپیاں تیار کی گئیں۔ ایک کو مکہ معظمہ ایک یمن، ایک شام، ایک بحرین، ایک بصرہ، ایک کوفہ بھیجا گیا اور ایک مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے حکم دے دیا کہ اس نسخے کے علاوہ جو صحائف وغیرہ ہوں۔ سب کو جلا دیا جائے۔ یا دریا میں غرق کر دیا جائے تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔

ہجرت کے بتیسویں سال امیر المومنینؓ نے حضرت عبدالرحمن بن ربیعہؓ کو ان علاقوں میں روانہ کیا۔ تاکہ اختلافات کا قلع قمع کریں۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے مختلف شہروں کا محاصرہ کیا اور لوگوں کی اصلاح کرتے رہے۔ ان محاربات میں حضرت عبدالرحمنؓ اور چند اور مسلمان بھی شہید ہوئے۔

ہجرت کے تینتیسویں سال حضرت معاویہؓ نے سلطنتِ روم کا رخ کیا اور اکثر علاقوں کو خست تاراج کر ڈالا۔ روضۃ الاحباب میں واروس ہے کہ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے مدینہ میں جمع ہو کر حضرت عثمانؓ اور ان کے مقرر کردہ عاملوں کے اعمال کا شکوہ کیا کہ یہ امور خلاف سنت نبویؐ سرزد ہو رہے ہیں۔

اور آخر ان کی رائے یہ پھری کہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا ان کے بیان کرنا چاہتے اور تاکہ وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحت کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور ان سے کہا کہ لوگ آپ کے والیانِ ممالک سے تنگ آگئے ہیں اور ہمیشہ حکام کی بد اعمالیوں کا ذکر عام مجالس میں کرتے ہیں۔ لوگ ان بد اعمالیوں کی اکثر شکایت دربارِ خلافت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دفعیہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ اب دو صورتیں ہیں اگر آپ ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں تو جو کچھ شکایت کرنے والے کہتے ہیں۔ آپ قبول کر لیں۔ ورنہ آپ تحقیقات کرائیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے گا۔ الغرض جس قدر حضرت علیؓ نے نصیحت کی۔ انہوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؓ اپنے قبیلہ کے لوگوں سے جو اکثر صوبہ جات کے والی تھے۔ درگزر کر رہے تھے۔ ناچار حضرت علیؓ اپنے گھر چلے گئے۔

(نوٹ) احقر ترجمہ کرنے والے نے مختلف تواریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کو مختلف مقامات سے شمال یعنی والیان صوبہ جات کی بد اعمالیوں مثلاً شراب نوشی وغیرہ کی خبریں موصول ہوئیں تو وہ غصہ میں آ کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔ اس پر امیر المومنینؓ نے چند اصحاب پر مشتمل ایک جماعت مختلف ممالک میں تحقیقات کی غرض سے بھیجی اس جماعت نے دورہ کر کے واپس مدینہ منورہ میں امیر المومنینؓ کو رپورٹ پیش کی۔ سب شکایات فلتا ہیں اور کسی سازش کی بنا پر من گھڑت باتیں بنائی گئی ہیں اس کے بعد سب لوگ مطمئن ہو گئے۔ دراصل یہ افواہیں عبد اللہ بن سبامنافق یہودی نے پھیلانی تھیں اس کی سازش یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ پر الزام لگا کر مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے۔ تاکہ دو جماعتیں ہو کر آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں۔ فتوحات کا

سلسلہ ختم ہو جائے اور یہود و نصاریٰ کو از سر نو اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل جائے
 ہجرت کے پتتیسویں سال مصر، کوفہ اور بصرہ سے کچھ لوگ اس غرض سے مدینہ منورہ پہنچ
 گئے کہ حضرت عثمان کو خلافت سے برطرف کر لیں۔

(مختلف کتب تواریخ کے مطالعہ سے ایسی معتبر روایات ملتی ہیں جن سے
 ثابت ہوتا ہے کہ مصر، کوفہ اور بصرہ سے جو لوگ مدینہ منورہ آئے تھے۔ وہ بھی علیؑ
 بن سہیودی کی سازش کا نتیجہ تھا۔ یہ آدمی عقلمندی، تیز فہمی اور فتنہ پر دازی
 کا پتلا تھا اس نے حضرت علیؑ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف جعلی خط
 مصر، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں کو لکھے کہ تم لوگ مدینہ آ کر حضرت عثمانؓ کو خلافت
 سے معزول کرنے میں میری مدد کرو۔ چونکہ مصر، کوفہ اور بصرہ میں حضرت علیؑ رضی
 حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے حامی بہت تھے۔ اس لیے یہ جعلی خط پہنچتے ہی
 ایک ہزار باغی کوفہ سے، ایک ہزار مصر سے اور ایک ہزار بصرہ سے مقررہ وقت
 پر مدینہ پہنچ گئے۔ اگر سازش نہ ہوتی تو مختلف سمتوں اور دور دراز کے ممالک
 سے کس طرح لوگ بیک وقت مدینہ پہنچ سکتے تھے۔ نیز سازش کا اس بات سے
 مزید ثبوت ملتا ہے کہ یہ تینوں گروہ مدینہ پہنچ کر پہلے باہر جمع ہوئے اور آپس میں
 صلاح مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ جانے سے پہلے ایک وفد بھیجا جائے جو حضرت
 علیؑ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جن سے ان کو جعلی خط وصول ہوئے تھے سے
 جا کر ملے اور اپنی خدمات پیش کریں۔ یہ وفد حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 کہنے لگے کہ آپ کا خط بلا تھا۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے ہیں۔ اب جس طرح چاہیں ہم حکم
 کی تعمیل کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت علیؑ نے دریافت کیا۔ کونسا خط۔ انہوں نے کہا وہ
 جو آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تو کوئی خط نہیں بھیجا۔ یہ
 سن کر وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اسی طرح وہ حضرت طلحہؓ اور حضرت
 زبیرؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ چنانچہ یہ لوگ ہر سرسید ہو کر لوہے
 باغیوں کے کیمپ میں چلے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ لیکن چونکہ باغیوں میں چند

ایسے لوگ بھی تھے جن کو حضرت عثمانؓ سے ذاتی رنجشیں تھیں۔ اس قسم کے لوگوں کو بھی عبدالشہین بانے اپنی جماعت میں شامل کر لیا تھا۔ انہوں نے اب یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو ہم تو حضرت عثمانؓ کو معزول کر کے دم لیں گے۔ اس کے بعد سب باغی مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ وہاں کوئی فوج نہیں تھی۔ وہ سارے شہر میں پھیل گئے اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے کئے کے مطابق بعض عمال کو برطرنی کا حکم دے دیا۔ مصر کے عامل کی بجائے حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو جو حضرت علیؓ کے پروردہ تھے۔ مقرر کیا اور مصر کے والی کی طرف اسی قسم کا حکم لکھ کر ان کو دیا۔

جب مصر کو ذرا اور بصرہ سے باغی مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے مختلف لوگوں سے حضرت عثمانؓ کی معزولی کی گفت و شنید شروع کی یہ دیکھ کر ایک رات حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور کئے لگے کہ اے ابا حسن! آپ پر مجھے حق قرابت ہے۔ قبل اس کے کہ یہ لوگ مجھے نقصان پہنچائیں۔ حسن اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ آپ درمیان میں آکر ان لوگوں کو سمجھائیں تاکہ سب واپس چلے جائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے آپ کو نصیحت کی تھی۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ مانی اور مروان اور معاویہ کی مرضی کے مطابق آپ نے عمل کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آج سے میں ان کی رائے پر عمل نہیں کروں گا۔ آپ کے مشورے کے مطابق کام کروں گا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو نپوند و نصائح دے کر واپس بھیجا۔ لیکن شریمرولان نے پھر حضرت عثمانؓ کو اس قرار واد پر عمل پیرا نہ ہونے دیا۔ یہ دیکھ کر تمام صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ سے متغیر ہو گئے اور روز بروز خلافت میں کشمکشیں (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سنت کے خلاف واقعات رونما ہونے لگے۔

حضرت عثمانؓ کے معاملات مروان کے ہاتھ میں تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ہر جگہ عامل تھے۔ جنہوں نے بدلت کا آغاز کیا۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمان بدظن ہو گئے۔ مصر کے لوگ عبدالشہین سعید بن سرج جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی بجائے والی مصر مقرر ہوئے تھے کے ظلم و ستم کی شکایات لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے گھننے پر عبدالشہین سعید کے

پاس حکم نامہ بھیجا۔ اس نے حکم نامہ دیکھتے ہی مصر کے تمام اکابر و معزز لوگوں کو قید کر دیا۔ ان میں سے ایک کو قتل بھی کر ڈالا۔ اس کے بعد چند لوگوں نے دوبارہ مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اکابر صحابہؓ کی خدمت میں تمام حالات بیان کیے۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہہ کر عبداللہ بن سعید کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو والی مصر مقرر کیا۔ محمد بن ابوبکرؓ کو حضرت عثمانؓ نے چند اور آدمیوں کے ساتھ حکم نامہ دے کر مصر روانہ کیا تھا تاکہ وہاں جا کر مظلوموں کی وادریں دیکھیں کہ میں یہ تین رات دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے ایک غلام کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر پریشانی کی حالت میں جا رہا تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا غلام ہے۔ مزید تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمانؓ کی مہر اور مروان کے دستخط شدہ عبداللہ بن سعید کے نام ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ تم بدستور والی مصر ہو اور یہ کہ محمد بن ابوبکرؓ اور اس کے ہمراہیوں کو وہاں پہنچتے ہی قتل کر دو تاکہ اہل مصر کا یہ فتنہ ختم ہو جائے۔ یہ دیکھ کر محمد بن ابوبکرؓ واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ خط ماجرین و انصار کو دکھایا۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ خط لے کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا یہ اونٹ اور لوہا آپ کے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: حاشا وکلاء۔ نہ یہ خط میں نے لکھا ہے نہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم ہے۔ پس صحابہؓ نے سمجھ لیا کہ یہ کام مروان شریک ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اس سے تفتیش حال کریں۔ لیکن آپ نے یہ بات نہ مانی۔ باوجودیکہ مروان آپ کے گھر میں موجود تھا۔ اس سے صحابہؓ کو کراہت نہ تھی۔ ہاں یہ خاطر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

۱) احقر مترجم نے مختلف کتب تاریخ سے یہ تحقیق کی ہے کہ دراصل وہ جعلی خط نہ حضرت عثمانؓ نے لکھا تھا۔ نہ مروان نے بلکہ یہ عبداللہ بن سبامناقی یہودی کی سازش کا نتیجہ تھا۔ احقر اپنے گذشتہ نوٹ میں تحریر کر چکا ہے کہ عبداللہ بن سبامناقی نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف سے

اہل مصر، کوفہ و بصرہ کو جعلی خط لکھ کر وہاں سے ایک ایک ہزار باغی مدینہ منورہ میں شہرت پھیلانے کے لیے منگوا لیے تھے۔ اب جب عبداللہ بن سبائین کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے حالی مصر کو معزول کر کے محمد بن ابوبکرؓ کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے تو اس نے دیکھ لیا کہ اس کی سازش کا رکن نہ ہوئی۔ اس لیے اس نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے جعلی خط لکھ کر والی مصر کی طرف بھیجا تاکہ مصر کا وفد حضرت سے گزشتہ ہو کر مدینہ واپس آئے اور دوبارہ شہرت پھیلانے میں مدد دے۔ تو تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ نکتہ خود حضرت علیؓ کو م اشرو جہنے پکا کر لیا جب مصر کا وفد وہ جعلی خط لے کر مدینہ منورہ پہنچا تو اس کے ساتھ کوفہ و بصرہ کے وفد جو سمت مخالف میں واپس جا رہے تھے۔ وہ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ کو م اشرو جہنے نے کوفہ و بصرہ کے وفد سے دریافت فرمایا کہ اگر فی الواقع حضرت عثمانؓ نے یہ خط والی مصر کو لکھا اور اسے دیکھ کر مصر کا وفد واپس آ گیا۔ تو تم کوفہ و بصرہ کو یعنی سمت مخالف میں جانے والوں کو اس کا کس طرح علم ہو گیا۔ اس سے حضرت علیؓ کو م اشرو جہنے نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خط خود باغیوں کا تحریر شدہ ہے۔۔۔۔۔ مترجم کا نوٹ ختم ہوا)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت طلحہؓ اور محمد بن ابوبکرؓ نے مصر کے لوگوں سے مل کر حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ بعض اہل بیت کے نزدیک محاصرہ کی مدت چھ ماہ تھی۔ بعض کے نزدیک دو ماہ آٹھ دن یا ۴۹ دن یا ۴۰ دن۔ صاحب روضۃ الاحباب کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ جمعہ کے دن باغی حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور قبیلہ کثیر جماعت دے کر حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے بھی اپنے آدمیوں کو حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کر دیا۔ (نوٹ۔۔۔) یہاں مصنف کتاب ہذا کی تضاد بیانی یا عدم تحقیق قابل ملاحظہ ہے۔ اوپر لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ و حضرت محمدؓ نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں یہ لکھ رہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنے آدمیوں

کو حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ ان کو دیکھ کر باغی اشتعال میں آگئے اور ان پر پتھر پھینکنے شروع کیے۔ اس افراتفری میں حضرت امام حسنؑ کا چہرہ مبارک خون آلودہ ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ کا لڑکا بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو آگ لگا دی۔ جس سے لوگ ان کے گھر سے دوڑ بھاگ گئے۔ باغی ایک انصاری کے گھر سے جو حضرت عثمانؓ کے گھر سے متصل تھا۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت آپ تلاوتِ کلامِ پاک میں مصروف تھے۔

(سکونِ قلب ملاحظہ ہو)

کتے ہیں کہ محمد بن ابوبکرؓ نے آکر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا۔ اے بیٹے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو اس ڈاڑھی کا وہ بھی ترم کر تا۔ محمدؓ شرمندہ ہوا اور باہر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی جو پست قد اور اندق چشم تھا اور جس کا نام رومان بن سرخان تھا۔ خنجر تان کر ان کے سر پر جا پہنچا اور اس خلیفہ کا بچہ علم وحیا کو شہید کر ڈالا۔ آپ کے خون کے قطرات قرآن مجید پر جا پڑے اور آپ کی روح مبارک روضہٴ رضوان میں جا پہنچی۔ آپ کی خلافت کی مدت پندرہ سال گیارہ ماہ اور اٹھارہ دن تھی اور آپ کی عمر شریف ایک قول کے مطابق نوے سال تھی اور ہجرت کے پینتیسویں سال حنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی آٹھ بیویاں تھیں۔

(اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیک وقت آٹھ زندہ تھیں۔ بلکہ کل آٹھ بیویوں سے آپ نے نکاح کیا)

ان میں سے دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ یعنی ایک حضرت رقیہؓ اور دوسری ام کلثومؓ۔ تمام بیویوں میں سے آپ کے آٹھ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک اور روایت کی رو سے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادوں سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔

چنانچہ کتب تاریخ میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ آپ کی خلافت کے زلزلے میں یعنی سال ۱۱ھ ہجری میں حضرت وحیہ کلثومی نے کہ جن کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر وحی لاتے تھے۔ وفات پائی۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے بھی آپ کے عہدِ خلافت یعنی سال ۱۲ھ

میں وصل پایا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار کی دعوت پر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ
مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ جب کہ کتاب عدلیہ میں اشارتاً درج ہے۔ بیت یہ
۱۔ اے سنائی بقوت ایمان وصف حیدر گجواز دل و جان
ترجمہ: (اے سنائی ایمان کی قوت سے حیدر گجواز کا وصف دل اور جان سے بیلن کر)
۲۔ اے میرے مدائح مطلق زہق الباطل است و جبار الحق
ترجمہ: (اے اپنی حضرت علیؓ تمام معفتوں کے سزاوار ہیں اور آپ کے وجود مسعود سے
باطل بھاگ جاتا ہے اور حق قائم ہوتا ہے)

ذکر اسد اللہ الغالب امیر المومنین والمؤمنات علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علیؓ کے جملہ حالات حصہ دوم میں آرہے ہیں۔ اس جگہ تمام عشرہ مبشرہ (یعنی
دس صحابہ کرام جن کے قرآن مجید میں ہستی ہونے کی بشارت آئی ہے) کے حالات تبرک کی خاطر
اجمالاً بیان کیے جاتے ہیں۔

عشرہ مبشرہ میں سے پہلے چار صحابہ حضرت
ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان،

حضرت ابو عبیدہ بن جراح

اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ پانچویں صحابی حضرت ابو عبیدہ بن جراح ہیں جن کا اسم
شریف عامر تھا۔ آپ قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔ واقعہ فیل کے تیرھویں سال پیدا ہوئے
اور اٹھائیس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق

میں فرمایا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے لیے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ آپ کے کمالات کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا کیا مرتبہ تھا۔ روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اسی روز تمام انصار ثقیفہ بنو ساعد میں جمع ہوئے اور خلافت کے متعلق بحث مباحثہ کرنے لگے۔ وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لائے تاکہ ان کو خلیفہ مقرر کر کے ان کی بیعت لی جائے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور دیگر صحابہ کرام نے جماعت انصار کو دلال اور براہین سے سمجھایا اور خلافت کے معاملہ میں ان کو مطمئن کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امین کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ آگے آئیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ کیونکہ خلافت کے مستحق آپ ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی موجودگی میں خلافت کا مستحق نہیں ہوں۔ اس کے بعد سب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی۔ کتاب مذکور میں اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ منہ خلافت پر متمکن ہوئے تو پہلے دن انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ملک شام کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ وہاں آپ سے بہت کاروائی نمایاں سرزد ہوئے۔ جن کا ذکر کتب تاریخ میں مفصل ملتا ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے خلافت کے زمانے میں ہجرت کے اٹھارہویں سال شام کے علاقوں میں مرض طاعون پھیل گئی اور یہ پہلا مرض طاعون ہے جو اہل اسلام کو پیش آیا۔ اس مرض سے پچیس ہزار صحابہؓ و تابعینؓ وغیرہ فوت ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ نے مہر پر چڑھ کر اس موضوع پر ایک بلوغ خطبہ دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد فرمایا: کہ بے شک یہ مرض طاعون حق تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے اور یہ فیصلہ سلام علیا الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ ہے اپنی امت کے حق میں کہ جس کی وجہ سے صالحین کی موت واقع ہوئی ہے۔ میں ابو عبیدہؓ بھی صدق نیت سے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے بھی اسی مرض سے موت نصیب ہوتا کہ میری روح اسی کے سبب اعلیٰ العلیین میں جا پہنچے۔ یہ کہہ کر آپ مہر سے نیچے اتر آئے۔ اسی دن آپ طاعون میں مبتلا ہوئے اور عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کا مدفن حمص میں ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابو عبیدہؓ

زندہ ہوتے تو خلافت ان کے سپرد کرتا۔ آپ کے کمالات بے شمار ہیں جن کی گنجائش اس مختصر کتاب میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمادیں۔

عشرہ مبشرہ میں سے چھٹے اصحابی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں جو واقعہ فیل کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور نبوت کے تیسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کا شمار اکابر قریش میں ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

آپ حضرت عثمانؓ کے داماد تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے خلافت کا معاملہ چھ صحابہؓ کے سپرد کیا۔ ان میں سے ایک حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تھے۔ دیگر صحابہ کرامؓ یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ رؤفۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ پہلے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے صحابہ کرامؓ کی اس جماعت سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ سب احباب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے امر خلافت سے کوئی اختلاف یا رغبت نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کی طرف سے خلیفہ تجویز کروں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا معاملہ حضرت علیؓ کو مٹا دیا۔ جبکہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کام حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے سپرد کیا۔ الغرض گفت و شنید کے بعد خلافت کا معاملہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان رہ گیا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ ان دونوں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جن کو منتخب کریں۔ سب ان کی جیت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تین دن تک صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ بعض کو حضرت علیؓ کے حق میں پایا اور بعض کو حضرت عثمانؓ کے حق میں۔ تیسرے دن بعد نماز فجر آپ تلوار لگا کر مسجد نبویؐ میں آئے اور تمام مہاجرین و انصار کو منادی کر دی کہ سب حاضر ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ مہاجر پشرفین لے گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد پہلے انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ عہد کر سکتے ہیں کہ اگر آپ کو خلافت کے لیے منتخب کیا جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے طریق کار پر عمل کریں گے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں وثوق کے ساتھ تو نہیں کر سکتا

لیکن حتی الوسع میں اسی طرح کرنے کی کوشش کر دی گئی۔ تین مرتباً اس سوال کا جواب کے بعد حضرت عبد الرحمنؓ نے جب حضرت عثمانؓ سے یہ بات دریافت کی تو آپ نے پہلی نوبت میں بلا توفیق و بلا قید قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت عبد الرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی۔ یہ قصہ بہت طویل ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔
روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

نوٹ:۔۔۔۔۔ منجانب احقر مترجم، بعض کتب تاریخ میں یہ

مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ سے بیعت سے قبل حضرت عبد الرحمنؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ اگر میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کروں تو آپ کو کوئی عذر ہے۔ انہوں نے فرمایا، کوئی عذر نہیں۔ اس طرح انہوں نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ اگر حضرت علیؓ کو منتخب کروں تو آپ کو کوئی حرج ہے انہوں نے فرمایا، نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے تمام صحابہؓ کے ساتھ مشورہ کیا۔ ان میں سے اکثر صحابہؓ کی رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں تھی۔ پس انہوں نے ان کو خلیفہ مقرر کر کے پہلے خود ان کی بیعت کی اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہجرت کے بتیسویں سال میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ستر سال اور دوسری روایت کے مطابق ساٹھ سال تھی۔

عشرہ مبشرہ میں سے ساتویں صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ہیں جو قریش کے معزز

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

سرداروں میں سے ہیں۔

عشرہ مبشرہ میں سے آٹھویں صحابی حضرت زبیر بن عوام بن خویلدؓ ہیں۔ آپ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے

حضرت زبیر بن عوامؓ

برادر زادہ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے داماد تھے۔ آپ اہل قریش کے معزز ترین اصحاب میں سے تھے۔ واقعہ فیل کے پندرہویں سال پیدا ہوئے اور نبوت کے تیسرے سال حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کے بعد اسی دن حضرت زبیرؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ولادت

سے مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت سے عشرہ مبشرہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ تینوں خلفائے کرام کے ساتھ مشاورت میں ہرگز رہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو پہلے شخص جنہوں نے ان سے بیعت کی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بن عوام تھے۔ چند روز کے بعد حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ سے کو ذ اور بصرہ کی حکومت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم مجھ سے حسباً ہو گئے تو میں کس سے مشورہ کیا کروں گا۔ یہ بات ان کو ناگوار گزری اور طواف کعبۃ اللہ کے لیے رخصت طلب کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں جس کام کے لیے آپ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، آپ جو چاہیں کریں۔ پس حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے لشکر جمع کیا اور مروان ابن حکم جو تمام فتنہ کی جڑ تھا کے ساتھ مل گئے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنے ساتھ متفق کر کے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا۔ چنانچہ جنگ جمل کا واقعہ مکمل روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں مندرج ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ حامل کلام یہ کہ جنگ جمل کے آخر میں حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو اپنے پاس بلایا اور وہ احادیث نبویؐ ان کو یاد دلائیں جو حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں وارد ہوئی تھیں۔ اس سے انہوں نے شرمسار ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا اقرار کیا۔ پس حضرت زبیرؓ نے خجالت سے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ راستے میں حضرت علیؓ کی فوج کا ایک سوار آ رہا تھا جس نے حضرت زبیرؓ کا کام تمام کر دیا۔۔۔ حضرت طلحہؓ بھی شرمسار ہو کر اپنی فوج کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ مروان بن حکم نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ وہی طلحہؓ ہے کہ جو حضرت عثمانؓ کے گھر کا حاضرہ کر کے ان کے قتل کی کوشش کر رہا تھا اور ابھی ان کے خون کے بدلے لینے کے لیے کمر بستہ تھا۔ لیکن اس وقت یہ ارادہ ترک کر کے پیچھے جا کھڑا ہے۔ اس کا کام تمام کر دو۔ پس اس غلام نے ان کے ایک تیر مارا۔ جس سے وہ چند عانت کے بعد جاں بحق ہو گئے۔ اونٹ کے پاؤں کٹ جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صلح کر لی۔ حضرت علیؓ نے ان کو مکمل اعزاز کے ساتھ روضۃ اطہر کی خدمت کے لیے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی وفات ہجرت کے تیسویں

سال ہونے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی حکومت کے زمانے میں قیدِ حیات میں رہیں اور ستاون ہجری یا بروایت دیگر اٹھاون ہجری میں رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر شریف چھیا سٹھ یا چھتین سال تھی۔ آپ کا مدفن جنت البقیع میں ہے۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔

(مختلف تواریخ کے مطالعہ سے محترم مترجم کی تحقیق یہ ہے کہ جنگِ جمل سے پہلے صحابہ کرام کی کوششوں سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح ہو گئی۔ جس سے باطنی مفیدین کا گروہ غمزدہ تو ہوا لیکن مایوس نہ ہوا۔ رات کو بیٹھ کر انہوں نے باہمی صلاح مشورہ سے اپنے چند جوان بھیج کر حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی افواج پر بیک وقت حملہ کر دیا۔ رات کے اندھیرے میں جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو تو جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی فوج پر حملہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم عائشہؓ کی فوج ہیں اور جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ کی فوج پر حملہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علیؓ کی فوج سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے طرفین نے ایک دوسرے پر عہد شکنی کا الزام لگایا اور زور سے لڑائی شروع کر دی۔ ساری رات لڑائی ہوتی رہی اور کثرت سے مسلمان شہید ہوئے۔ صبح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خود میدانِ جنگ میں جا کر لڑائی بند کرانے کی کوشش کی اور حضرت علیؓ سے ملاقات کے بعد ان کو دشمنانِ اسلام یہودیوں کی سازش کا علم ہوا جو عبداللہ بن سبا چلار اٹھا۔

عشرہ مبشرہ میں سے نویں صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں۔ آپ کا شمار سردارانِ قریش میں

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

ہوتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے آٹھویں سال پیدا ہوئے اور ستر سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اسی دن یا دوسرے دن مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے اپنی جان اور مال کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قربان کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چاروں خلفائے کرام کے ساتھ بھی آپ تعاون کرتے رہے۔ آپ کے فضائل کمالات بے شمار ہیں جو اس مختصر سی کتاب میں نہیں سما

سکتے۔ آپ نے ہجرت کے پینتالیسویں سال حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کے زمانے میں وفات پائی۔ آپ کی عمر اسی سال تھی۔ آپ کا مدفن مدینۃ الرسولؐ میں ہے۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔

عشرہ مبشرہ میں سے دسویں صحابی حضرت سعید بن زیدؓ ہیں
حضرت سعید بن زیدؓ

آپ حضرت عمر ابن خطابؓ کے چچا زاد بھائی اور قریش کے محبوب ترین فرد تھے۔ حضرت عمرؓ کی ہمیشہ بھی ان کے عقد میں آئیں۔ آپ عین شباب میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ تمام کمالات انسانی سے آراستہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ تمام خلفائے اربعہؓ کے زمانہ خلافت میں معزز و مکرم رہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں۔ اس مختصر سی کتاب میں ان کی

گنجائش نہیں۔ اکابر ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ حکومت میں رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر اسی سال تھی اور مدفن مدینہ منورہ میں پایا۔ الفرض تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ یہ عشرہ مبشرہ مذکور اہل جنت ہیں اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ قلعی ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ اواب المریدین کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت سعید بن زیدؓ ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں۔ ابو بکرؓ جنتی ہیں۔ عمرؓ جنتی ہیں۔ عثمانؓ جنتی ہیں۔ علیؓ جنتی ہیں۔ ابو سعیدؓ بن الجراح جنتی ہیں۔ عبدالرحمنؓ جنتی ہیں۔ طلحہؓ جنتی ہیں۔ زبیرؓ جنتی ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں اور سعید بن زیدؓ جنتی ہیں۔ پس یہ شہادت مضبوط ہوگئی۔ ان کے کمالات کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ فہم من فہم (سمجھ جس نے سمجھا)

صحابہ کرامؓ میں سے دوسرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین صحابی حضرت زید بن حارثہؓ ہیں۔
حضرت زید بن حارثہؓ

آپ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے آزاد کردہ غلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (بے پالک) بنائے ہوئے بیٹے، تھے۔ چنانچہ اس کے بعد ان کو زید بن محمدؓ کہا کرتے تھے۔ اگر کوئی ان کو زید بن محمدؓ نہ کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جاتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس قدر مہربانی فرمائی کہ اپنی چچا زاد بہن زینبؓ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔

یہ حکایت مفصل روضۃ الاحباب میں درج ہے۔ حضرت زید بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محرم بازا اور مزاج شناس تھے۔ چنانچہ ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گزار ہی اور کبھی آپ کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی بات سرزد نہ ہوئی اور اکثر غزوات میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پوینا کرنے میں جان دے دی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بصری کو ایک خط لکھا اور حارث بن عمر کے ہاتھ وہ خط ارسال فرمایا۔ جب حارث بن عمر موتہ کے علاقے میں پہنچے۔ قیصر روم کا وزیر اعظم وہاں موجود تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ کہاں جلتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایچی ہوں اور ملک شام کو جا رہا ہوں اس نے حارث بن عمر کو شہید کر دیا۔ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایچیوں میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اس خبر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ آپ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ جوف کے مقام پر جمع ہو جائیں۔ جب تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود وہاں تشریف لے گئے اور اس فوج سے خطاب فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے۔ اگر زید بن عمرو قتل ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب امیر ہو جائے۔ اگر وہ مارا جائے۔ عبداللہ بن رواحہ امیر بنایا جائے۔ اگر وہ بھی مارا جائے تو سلمان اپنا امیر خود مقرر کرے۔ ان میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا اور حضرت زید بن عمرو کے ہاتھ میں دیا اور نصیحت فرمائی کہ باؤ اور حارث کو قتل کر دو اور اس قوم کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول کریں تو بہتر روزہ ان کے ساتھ جہاد کرو۔ پس حضرت زید بن عمرو اس لشکر کا سردار بن کر روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہر قتل قیصر روم نے ان کی امداد کے لیے قریب ایک لاکھ فوج وہاں بھیج دی ہوئی ہے۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت زید بن عمرو نے علم بلند کیا اور جنگ شروع کر دی۔ اس دوران ان کے ایک نیرہ لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا بلند کیا اور بے شمار کافروں کو قتل کیا۔ آخر وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا بلند کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ الفرغ بن خالد بن ولید کی بے حد کاوشوں اور کوششوں سے اہل اسلام کو فتح ہوئی اور کفار نے شکست کھائی۔ صاحب روضۃ الاحباب

لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مسجد میں بیٹھے جنگِ موتہ کے حالات دیکھ رہے تھے اور زرارہ رو رہے تھے اور زیدؓ اور جعفرؓ وغیرہ کی شہادت کا مفضل ذکر فرما رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے کہ بعد ازاں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالدؓ نے علم بلند کیا اور اس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔ اسی دن سے حضرت خالد بن ولیدؓ کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔ (یعنی اللہ کی تلوار) نیز آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ زیدؓ وغیرہ کو میں نے دیکھا کہ بہشت میں سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جعفرؓ کو میں نے دیکھا کہ ایک فرشتے کی شکل میں پرواز کر رہے ہیں اور اوپر کے درجات طے کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیارؓ کہا جاتا ہے۔ حضرت زیدؓ بن محمدؓ کے کمالات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ اہل معرفت کے لیے یہی کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی فرزندیت میں قبول فرمایا ہے۔ ان کی شہادت ہجرت کے آٹھویں سال میں بلا دروم میں واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ ان کی شہادت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے ان کے لشکے اسامہ بن زیدؓ کی تربیت شروع کی۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ صاحبِ کمال ہوئے اور بعض غزوات میں ان سے کارہائے نمایاں رونما ہوئے۔ صاحبِ روضۃ الاحباب صحاحِ ستہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ سوموار کے دن باہ صفر کی پھبیسویں تاریخ ہجرت کے گیارہویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ روم کی طرف روانہ کیا جائے اور اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ میں نے تم کو اس لشکر کا امیر بنایا ہے۔ جاؤ اپنے باپ کی طرح اس قوم سے جنگ کرو اور ان کے ملک کو فتح کرو۔ جلدی جاؤ تاکہ تمہارے آنے کی خبر ان تک پہنچنے سے پہلے تم وہاں پہنچ جاؤ۔

بدھ کے دن یعنی اٹھالیس صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ دوسرے دن بیماری کے باوجود آپ نے اپنے ہاتھ سے اس جنگ کے لیے جھنڈے تیار فرمایا۔ اسامہؓ کو جھنڈے کی عنایت فرما کر روانہ فرمایا۔ انہوں نے مقامِ جرف میں پڑاؤ کیا تاکہ سب لشکر جمع ہو جائے۔ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبیدہ بن جراح اور حضرت سعد بن زیدؓ وغیرہ

کو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اسامہؓ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ اس سے بعض لوگوں کی طبیعت کچھ مکتدر ہوئی اور ازراہِ طعن کہنے لگے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو اکابرِ مہاجرین پر امیر بنا دیا ہے۔ یہ بات آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک جا پہنچی۔ آپؐ بے حد غضب ناک ہوئے اور مرض کے باوجود گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اپنا سر مبارک بازو ہوا تھا۔ ممبر پر تشریف لے جا کر پہلے حمد و ثنائے حق تعالیٰ پر مہمی اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے جو اسامہؓ کی امارت کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ اگر آج کسی نے اسامہؓ کے امیر بننے پر طعن کیا ہے تو درحقیقت انہوں نے اپنے باپ زیدؓ کے امیر بننے پر طعن کیا ہے۔ یعنی جنگِ موتہ کے وقت۔ اللہ کی قسم۔ وہ امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا لڑکا بھی امارت کے قابل ہے۔ زیدؓ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا اور اسامہؓ بھی اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ پس اس کے حق میں میری وصیت نیکی کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ وہ برگزیدوں میں سے ہے۔ اس کے بعد آپؐ ممبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر چلے گئے۔ یہ شنبہ یعنی ہفتہ کے دن اور دسویں ماہِ ربیع الاول کا واقعہ ہے اس کے بعد لوگ آئے اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے الوداع کہہ کر حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شریک ہو جاتے تھے۔ اس وقت آپؐ مرض کی تکلیف میں تھے اور فرماتے تھے جاؤ اور اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوتِ اتم کے علاوہ اپنے پاس کوئی آدمی نہ چھوڑا۔ اتوار کے دن آپؐ کی حالت نازک ہو گئی۔ حضرت اسامہؓ آپؐ سے الوداع ہونے کے لیے آئے۔ انہوں نے اپنا سر نیچے کیا اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ اس وقت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر علیل تھے کہ بات کرنے کی طاقت نہ تھی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اسامہؓ کی طرف لے گئے۔ اسامہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ میرے حق میں دعا فرما رہے ہیں۔ وہ باہر چلے گئے اور رات کو اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔ سو مواری کی صبح آنحضرتؐ کو آفاقہ ہوا۔ اسامہؓ واپس آئے اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الوداع کیا۔ جب وہ اپنے لشکر گاہ میں پہنچے اور فجر کو کوچ کا حکم دیا تو کسی نے اگر اطلاع دی کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ نزع میں ہیں۔ چنانچہ اسامہؓ واپس آئے اور ان کے ساتھ اکابر صحابہؓ بھی واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئے اور علم بھی ساتھ لائے۔
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجبیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین (خلیفہ) مقرر ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ اس مجنڈے
 کو اسامہؓ کے گھر لے جایا جائے اور وہی لشکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ وہ
 کیا جائے۔ پس حضرت اسامہؓ نے گھر سے نکل کر حبرہ میں قیام کیا۔ تاکہ لشکر جمع ہو جائے اس
 دوران میں خیبر ملی کہ عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض
 کی کہ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی ملتومی کی جائے تاکہ مرتد لوگوں سے پہلے پیٹ لیا جائے۔ انہوں نے
 فرمایا کہ جو کچھ ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اسامہؓ
 نے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ کو اجازت دی جائے تاکہ وہ آپ کے پاس رہ جائیں پس حضرت
 اسامہؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ لشکر کے ساتھ نہ گئے۔ جب ماہ ربیع الاول شروع ہوا۔ حضرت
 اسامہؓ اپنے باپ کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے اور دشمنان اسلام پر فتح پائی اور بے شمار کفار
 کو تمہ تیغ کیا۔ ان کے بعض باغلوں اور درختوں کو جلا دیا اور مکانات کو گرا دیا۔ اپنے باپ کے
 قاتل کو قتل کرایا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اسامہؓ بن زیدؓ
 کے کمالات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسامہؓ بن زیدؓ کی عمر لمبی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے وقت سے لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت تک زندہ رہے اور پنیالیس ہجری میں
 دار البقا کی طرف رحلت کی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔

اصحابِ صفہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری عزیز ترین جماعت اصحابِ صفہ
 تھی کیونکہ ان حضرات کی وجہ سے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو جناب باری تعالیٰ سے تنبیہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ کلام پاک میں وارد ہے اور اہل تاریخ بیان
 کرتے ہیں۔ نیز حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء بلوچیؒ اور حضرت شیخ
 رکن الدین ابوالفتح ہمدانیؒ کے کلام اور تیسرا اولیاءؒ سے یہی پایا جاتا ہے کہ اصحابِ صفہ
 مدینہ منورہ میں ایک ایسی جماعت تھی جو فقر و زہد، توکل و تجرید میں مستقیم تھی اور ان میں سے
 کوئی شخص بھی شہرہ کی بے لگن نہ رہا۔ کسب نہیر کرتا تھا اور اسی چوہرہ پر سکونت

رکتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو اہل صفہ کہتے ہیں۔ وہ اہل صفا بھی تھے بوجہ صفائے باطن انکو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال اعتقاد و اخلاص تھا جب آپ مکہ سے مدینہ تشریف
 لے گئے یہ جماعت بھی کمال نیاز مندی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی اور فیض صحبت
 نبوی سے بہرور ہوتی رہی۔ چنانچہ کلام پاک اس پر شاہد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو
 کبھی جہاد میں شامل نہیں فرماتے تھے اور ان کو اسی توکل و تجرد کے حال پر چھوڑ دیتے تھے حضرت
 شیخ علاؤالدولہ بھی عرۃ الوثقی میں یہی اشارہ کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ ایک گروہ تھا رجال اللہ
 ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور
 فیض صحبت سے مستفیض ہوتے تھے اور حضرت حذیفہ میانی کے سوا کوئی شخص ان کو نہیں پہچانتا
 تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں رجال اللہ کے حالات مفصل بیان کیے گئے ہیں کتاب خلاصۃ
 المناقب میں لکھا ہے کہ ایک دن کسی نے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے سوال کیا کہ شب معراج
 میں اللہ تعالیٰ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو اللہ تعالیٰ سے کیا راز و نیاز ملا انہوں نے
 فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ستر ہزار کلمات کی وضاحت کی قدرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا
 فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو پچیس ہزار پوشیدہ اسرار سے بھی آگاہ فرمایا۔
 ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب صفہ پر گزر ہوا تو وہ روز جو لوگوں سے پوشیدہ
 تھے۔ ان سے سنے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ راز تم لوگوں کو کس نے بتائے ہیں انہوں
 نے عرض کی کہ وہ راز جو آپ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ ہمیں بلا واسطہ یعنی
 براہ راست ملک مقرب اور نبی مرسل نے اسی طرح بتائے ہیں جس طرح آپ کو بتائے گئے
 ہیں اور حضرت مولانا رومؒ کے کلام کا اشارہ اس بات کی طرف ہے۔

من نہسانی ز جبرائیل امین جب سائل و کلہمین دارم

امین جبرائیل امین سے پوشیدہ جبرائیل اور فرشتے کہتے ہیں

اور اکثر اباب تفاسیر و سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ اصحاب ماجدین و انصار میں

تھے۔ لیکن ان کی تعداد اور ناموں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چار سو افراد تھے

نوں کے نزدیک ان کی تعداد چالیس ہے۔ تفسیر حسین میں چنانچہ اصحاب کے نام دیے گئے ہیں

اور کشف المحجوب میں صحابہ مہاجرین میں سے چونتیس کے احوال نام بنام درج ہیں۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت عذیبہؓ، حضرت ابی مسعودؓ، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت مقدادؓ وغیرہ یہ تھے اصحابِ صفہ اور اس امت کے فقراء جو مسجد نبویؐ میں مقیم تھے اور ہر وقت حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے۔ وہ آراک الدنیا تھے اور ہر چیز سے آزاد تھے۔ کلام پاک ان کے فضائل میں یوں ناطق ہے: **قال الله تعالى للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لا يسطعون ضرباً في الأرض تحسبهم الأعمى من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسألون الناس الخافاً ما تنفقوا من خير فان الله به عليم**۔

یعنی ان فقراء کی روزی کا انتظام کرو جو حق تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں اور طلب رزق کے لیے وہ کہیں نہیں جا سکتے۔ حالانکہ جاہل لوگ ان کو دولت مند سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے اور مستغنی عن الناس ہیں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو ان کی علامت سے پہچانتے ہیں اور یہ لوگ لوگوں سے الحاج (سجڑ و زاری) سے سوال نہیں کرتے اور جو لوگ فقراء کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس کو دیتے ہیں اور کس لیے دیتے ہیں۔ فہم من فہم (سمجھا جو سمجھا) یہ بھی صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار عادتیں ہم تک پہنچی ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفہ فرمایا فقرہم وجہدہم وطیب قلوبہم فقال البشیر وایا اصحاب الصفہ فمن لقی من امتی علی النصب الذی انتم علیہ راضیا بما فیہ فانیۃ من رافقانی فی الجنة۔ یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر گذر ہوا تو آپ وہاں بٹھر گئے اور فقر و مجاہدہ میں ان کو خوش و خرم دیکھ کر فرمایا۔ میں تم کو اور تمہارے نقش قدم پر چلنے والوں کو اور اپنے فقر پر راضی رہنے والوں کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ جنت میں میرے رفیق ہیں اور حضرت شرف الدین خیرؒ نے کتاب آداب المریدین کی شرح میں لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کے امرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے بشرطیکہ آپ اپنی امت کے فقراء کو منع کر دیں کہ آپ کے قریب نہ آئیں۔ کیونکہ ہمیں ان

سے شرم آتی ہے اور ان کے جسم اور کپڑوں سے ہمیں بدبو آتی ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ایمان لانے کی دلی تمنا تھی۔ آپ نے اردوئے مصلحت حضرت عمرؓ کو ان فقرا کے پاس بھیج کر فرمایا کہ چند دنوں کے لیے نہ آئیں تاکہ یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ ابھی حضرت عمرؓ روانہ نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لائے۔ لا تطعد الذین یدعون ربہم بالغدادات والعینی میرا یدن وجہہ وما علیک من حسابم من شیء وما من حسابک علیہم من شیء، افتطہم فتکون من الظالمین ۵ یعنی روزہ کر ان لوگوں کو جو رات دن اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں اور اپنے مولا کی رضا کے طلبگار ہیں اور نہ ان کا حساب آپ پر اور نہ آپ کا حساب ان پر ہے۔ اگر آپ ان کو دور کریں گے تو آپ کو وہ ظالمین میں سے ہوں گے۔ جب کافروں کو معلوم ہو گیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فقرا کو دور نہیں کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور فقرا کے درمیان باری مقرر کریں۔ ایک دن وہ آپ کے پاس آئیں اور ایک دن ہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اسی طرح کیا جائے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ والصبرہ نفسک مع الذین یدعون ربہم۔۔۔۔۔ الی آخر یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ یعنی فقرا کے ساتھ صبر کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں صبر کے معنی جس کے ہیں۔ یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہیں۔ کیونکہ اگر ان کو یہ کہا جاتا کہ اپنے آپ کو پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ رکھو تو ہم حالت میں ان کے لیے یہ بات باعث فضیلت ہوتی۔ لیکن ان کی فضیلت کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھو۔ جب کفار کو اس آیت کا علم ہوا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ اب انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ فقرا اور ہمارے درمیان آپ باری مقرر نہیں کرتے اور آپ چاہتے ہیں ہم اور وہ ایک مجلس میں بیٹھیں تو آپ اتنا کریں کہ اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف رکھیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے اسلام لانے کی تمنا تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو فقرا کے پاس بھیجا کہ چند روز تک یہاں بیٹھو۔ ان لوگوں کی طرف ہو گا۔ تم لوگ اس کو برا نہ منائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند آیا چنانچہ

جز میں امین یہ آیت شریفی لائے دلائل عینک عنہم الی الاحسنہ۔ اپنی آنکھوں کو ان درویشوں سے باز نہ رکھیے۔ بلکہ ان کی طرف مجلس میں دیکھیے۔ کیونکہ میں بھی ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی ان میں سے کسی کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر خدا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے مجھ پر عتاب فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی اور دیگر تفاسیر میں ان آیات کے شان نزول کے وقت فقہار کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام امت میں ان فقہار کا مشرب بہت ممتاز تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مصداق آیہ پاک قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اِجْرًا لَمُودِتْ فِي الْقَسْبِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت اور مصاحبت میں بھی بہت وہ ممتاز تھے۔ چنانچہ میر سید محمد کیسودراز جامع العلم میں فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی کرم وجہہ سے عرض کیا کہ اپنے تمہان کا وصف بیان فرمائیے آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کا وصف چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ حضرت سیدنا یسیرؓ کا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک ایمان سے بھرا ہوا مومن ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ حضرت سمان فارسیؓ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے پاس اولین و آخرین کا علم ہے۔ اس کے بعد حضرت خذیفہ یمانیؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں۔ پس صوفیان اہل صفا کیوں اصحاب صفہ کی اقتداء کریں۔ جبکہ ان کا مرتبہ غریب اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس قدر بلند تھا۔ اس وجہ سے صاحب طبقات صوفیہ، سوارف المعارف، کشف المحجوب اور دوسرے ارباب تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص صحیح عقیدہ کا طلب گار ہے۔ اسے چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے طبقہ اول کی اقتداء کرے کیونکہ فی الحقیقت ان کا راز تمام دوسرے زمانوں سے بہتر تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ خیر القرون قونی ثم الذین یونسہم ثم الذین یونسہم الی آخر۔ یعنی زمانوں میں سے بہترین زمانہ میرا ہے۔ اس کے بعد اس کے متصل کا زمانہ۔ اس کے بعد اس کے متصل کا زمانہ اس کے بعد کذب ظاہر ہو جائے گا۔

ما قبل کے لیے بخیر کافی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔



۶
 حضرت علیؑ
 کرم اللہ وجہہ

اور
 ائمہ کرام
 کے
 مجمل حالات



حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ شیر خدا کے لقب سے ملقب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ وحی، تمام صوفیانِ اہل صفا کے پیشوا، عشق و بلا کو سر پر اٹھانے والے امام المشرق والمغرب امیر المومنین علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن تیرہ ماہِ رجب واقعہ فیل کے تیسویں سال ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق واقعہ فیل کے اٹھائیسویں سال ہوئی۔ اس عاقبت محمود کی جائے ولادت خانہ کعبہ ہے۔ یہ سعادت ازل سے اب تک کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ کسی بزرگ نے یہ رباعی لکھی ہے۔

در معرفت علی نہ چون است و نہ چند
در خانہ حق زاد بجز نش سو گند
نے فرزندے کہ خانہ زادمی دارد
شک نیست کہ باشدش بجائے فرزند

یعنی معرفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس کی جان کی قسم وہ اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آج تک کوئی ایسا بچہ پیدا نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کا خانہ زاد ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ (حق کے نزدیک بجائے فرزند نہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور آپ کے القاب امیر المومنین، امام المسلمین، مرتضیٰ، اسد اللہ اور ولی اللہ تھے۔ روضۃ الشہد میں لکھا ہے۔ آپ نے تین دن تک ماں کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا اور اپنی زبان وحدت بیان حضرت علیؑ کے منہ میں دے دی۔ آپ کافی دیر تک آنحضرتؐ کی زبان مبارک چوستے رہے اور لعابِ دہن نبویؐ جو کہ سرِ حتمیہ و ما یَطْرُقُ عَنِ الْعَمَویٰ تھا لاشربت حیاتِ ظاہری و باطنی پیتے رہے۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے گئے اور خود ان کی تربیت فرماتے رہے حتیٰ کہ

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حاصل ہوئی۔ آپ دس سال کے تھے اور مشرف بسلام ہوئے۔ پس اسی طرح ہمیشہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء کو ان کے عقد میں دیا۔ اس وقت ان کی خاطر آپ نے ایک علیحدہ حجرہ مقرر فرمایا۔ نکاح کے وقت حضرت علیؑ پچیس سال کے تھے اور حضرت خاتونِ جنت امّارہ سال کی اور شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ آپ بارہ اماموں میں سے امامِ اول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَبْنُ مَسْنَعٍ بَعْدِي اثْنِي عَشَرَ خَلِيفَتِي (میرے بعد بارہ امام میرے خلیفہ ہوں گے) اور میری یہ محکمہ مانی نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات منقول کیے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ تمام صحابہ کرامؓ میں جو دو کرم اور بخشش و عطا فقر و دعا میں ممتاز تھے اور قوت اور شوکت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے آپ کو اسد اللغات کا خطاب ملا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں) کے بموجب کثرت علم کی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ میں مخصوص تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ لَوْلَا عَلِيٌّ لَمْ تَلِكْ عُمَرُ (یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا) اور خرقہ فقر کی خلعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے شب معراج میں عطا ہوئی۔ اس کے متحمل چاروں خلفائے کرامؓ میں سے حضرت علیؑ ہوئے اور خرقہ عطا کرنے کی یہ سنت مشائخِ عظامؓ میں قیامت تک رہے گی اور دین کے اس کام میں ان کی وجہ سے بڑی استقامت ہوئی اور روحانیت میں آپ کا درجہ بہت بلند اور شان بہت ارفع ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شَيْخُنَا فِي الْوُصُولِ وَالْبَلَاءِ عَلِيُّ الْمُرْتَضَى (یعنی وصول الی اللہ اور بلا کو برداشت کرنے میں حضرت علیؑ ہمارے امام ہیں۔ یعنی علم معاملات و طریقت میں آپ ہمارے شیخِ اکبر ہیں اور مولانا رومؒ نے اپنے دیوان میں بہت قصائد اور غزلیں حضرت علیؑ کی مدحت میں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

۱۔ آفتابِ وجودِ اسرارِ صفا واں امامِ متینِ ولیِ خدا

- ۱- آن امامی که قائم است بحق
 ۲- اوست جانے حقیقت انسان
 ۳- او بعلم است بر سر عالم
 ۴- تا شود روشنت که والی اوست
 ۵- مومنان ہر رو بہ او دارند
 ۶- گفت احمدؑ خود از سر تحقیق
 ۷- برتر او دید سید کونین
 ۸- او علیؑ است ابن عم رسولؐ
 ۹- از علیؑ سے مستنید نطق علیؑ
 ۱۰- ذرہ نیست بے نسبت او
 ۱۱- عارفان را جمال و قدرت قدر
 ۱۲- ماہمہ ذرہ ایم او نور سید
 ۱۳- ماہمہ مردہ ایم او زندہ!
 ۱۴- شمس الدین چونکہ صافی در عشق
 ۱۵- تا شود جاننت و اصل جانان
 ۱۶- بندہ خاندان بجاں سے باکش
- در زمین و زمان و ارض و سما
 جملہ فانی شود او برجا
 او بفقراست بر سر فقرا
 با من اسے خواجہ کم کنی غوغا!
 کہ امیر است و ہادی و مولا
 کہ علیؑ است ولی بہر دو سرا
 در شب قرب در مقام دنی
 اوست والی و شوہر زہرا
 لعل حبس علیؑ نہ بود آنجا
 از شری تا کہ فوق شدق شرا
 شادی جہاں مردم عرفا
 ماہمہ قطرہ ایم او دریا
 ماہمہ پستی ایم او اعلیٰ
 جان فدائے کن برائے مولا
 تا رسد قطرہ است سوائے دریا
 گر بخاہد رسی بہ تخت و روا

ترجمہ :

- ۱- حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اہل صفالین اولیا۔ اللہ کے وجود کے لیے مثل آفتاب ہیں۔ آپ مومنین کے امام اور اللہ کے ولی ہیں۔
 ۲- آپ لیے امام ہیں کہ جن کا وجود حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ زمین و زمان اور ارض و سما میں۔
 ۳- آپ حقیقت انسان کی جان ہیں۔ جب کہ سب کچھ فنا ہو جانے کا۔ وہ اپنی جگہ مستقل ہیں گے۔

۴۔ آپ اپنے علم کی وجہ سے عالم کے سردار ہیں اور اپنے فکر کی وجہ سے علم کے فکار کے آقا ہیں۔

۵۔ بے بحث کرنے والے میرے ساتھ بحث نہ کر جب تک تجھ پر یہ روشن نہ ہو جائے کہ حضرت علیؑ سب کے مولا ہیں۔

۶۔ تمام مومنین کا روئے ارادت آپ کی طرف ہے۔ کیونکہ آپ امیر، ہادی اور مولا ہیں۔

۷۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے تحقیق فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ دنیا و دوزخ جہانوں کے ولی ہیں۔

۸۔ حضرت علیؑ کی حقیقت کا سرور کونین نے شبِ قرب یعنی شبِ معراج میں مقام اذ اذنی میں مشاہدہ کیا۔

۹۔ حضرت علیؑ وہ ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور خاتونِ جنت کے والی اور شوھر ہیں۔

۱۰۔ علیؑ نے علیؑ کا کلام سنا (خدا کا نام بھی علیؑ) اور علیؑ کے لیے علیؑ کے سوا یعنی خدا کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

۱۱۔ تختِ انزلی سے تریا تک کوئی ذرہ اس کی مشیت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی مشیت، مشیتِ حق میں گم ہے۔

۱۲۔ تمام عارفانِ حق کا حسن اور قدر و کمال حضرت علیؑ کے وجود سے ہے اور ان کی سب خوشی آپ کے دم سے ہے۔

۱۳۔ ہم سب ذرات ہیں اور وہ نورِ شیدِ عالمِ تاب ہیں، ہم سب قطرے ہیں اور وہ دریا ہیں۔

۱۴۔ ہم سب مردہ ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ہم سب لپٹی کے مقام میں ہیں اور وہ ارفع و اعلیٰ ہیں (زندہ وہ ہے جس پر علیؑ زندہ ہے)

۱۵۔ اے شمس الدین (تبریزی) چونکہ تم عشق کی وجہ سے مقامِ ہنفا میں پہنچ چکے ہو

اپنی جان اپنے مولا علیؑ پر قربان کر دے۔

۱۶۔ تاکہ تیری جان واصل جاواں ہو جائے اور قطرہٴ محدود، دریا (لا محدود علیؑ) میں مل جائے۔

۱۷۔ تو دل و جان سے اس خاندان (اہل بیت) کا غلام بن جا۔ اگر تجھے تخت و تاج

تک رسائی کی ضرورت ہے (لوا یعنی جیٹا یعنی علمِ شاہی)

روضۃ الشہداء میں امام احمد بن حنبلہؒ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک آدمی سے ہم تک اتنا علم نہیں پہنچا جتنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے اور روضۃ الاحباب میں حضرت جابرؓ بن حضرت عبداللہ انصاریؓ سے روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرہ کے وقت حضرت علیؑ کو طلب فرمایا اور دیر تک ان کے ساتھ رانگی باتیں فرماتے رہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی سے لمبے لمبے راز بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان سے راز بیان نہیں کیے بلکہ حق تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو ان رموز سے آگاہ کروں اور روضۃ الشہداء میں شرح معرفت سے منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ رموز بیان فرمائے ہیں جو کسی نے ان سے پہلے نہ بعد کبھی بیان کیے ہیں۔ ایک دن آپ نے ممبر پرچہ پڑھ کر فرمایا "تلو فی ما دون العرش" یعنی پوچھو مجھ سے جو کچھ عرض سے ماوری پوچھنا چاہو۔ کیونکہ میرے قلب میں بے شمار علوم ہیں اور یہ سب اس لعابِ ذہن کی برکت سے ہے جو میری تولد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں دیا تھا اور شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پاؤں رکاب میں رکھتے تھے۔ قرآن مجید شروع کرتے تھے اور جب دوسرے رکاب میں پاؤں ڈالتے تھے تو قرآن ختم کر لیتے تھے۔ شواہد النبوت میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ میرے ساتھ دعوتِ عروسی میں مشغول تھے۔ میں ان سے ڈر گئی۔ کیونکہ زمین ان سے کلام کر رہی تھی۔ صبح یہ بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے ایک لمبا سجدہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا اے فاطمہؑ تم کو مبارک ہونسل کی پاکیزگی کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے خاوند کو تیار

خلائق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا ہے کہ تشریح سے تعجب تک جو اس پر لگتا رہے اس سے بیان کرے۔ لیکن ان کمالات اور خصوصیات کے باوجود متعصبین کے ایک گروہ نے آپ کی سیادت پر اعتراض کیا ہے۔ اسی بنا پر صاحب تفسیر حسینی اور میر جمال الدین محدث نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں صحیح مسلم، ترمذی اور مصابیح سے روایت کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ اور ان کی اولاد کی شان میں حضرت ائمہ سلمہؓ کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : **انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس اهل البیت ذی طہرکم تطہیرا** یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ کہ جس اور ناپاک کی تم سے دور کرے اور نہایت پاک و صاف کرے تم کو۔ یہ بھی حضرت ائمہ سلمہؓ سے منقول ہے کہ اس وقت حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو طلب فرمایا اور حضرت علیؓ کو اپنے برابر بٹھا کر حضرت فاطمہؓ کو ان کے پیچھے بٹھایا اور حضرت حسنؓ ایک دان پر اور حضرت حسینؓ دوسری دان پر بٹھا کر ایک گلیم (اورٹھنی) یا عبا جس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر مفید لکیریں تھیں۔ آپ نے یہ عبا اپنے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سر پر پھیلائی اور آیت مذکورہ دوسری بار پڑھی اور بعدہ یہ دعا مانگی **اللہم ھو لای آل محمد فاجعل صلواتک و برکاتک علیہم انک حمید المجید** یعنی یا اللہ العالمین یہ آل محمد ہیں۔ اپنی رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل فرما۔ بیشک تو سب صفات اور بزرگی کا مالک ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ائمہ سلمہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم تھیں نے اس عبا کا ایک کوزہ اٹھایا اور چاہا کہ وہ بھی اس کے نیچے ہو جائیں اور اپنے آپ کو ان سے متصل کر دیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبا کو ان سے کھینچ لیا اور فرمایا تو نیکیوں میں سے ہے۔ لیکن یہ میرے اہل بیت ہیں اور یہ خاص مرتبہ ہے۔ کسی بزرگ نے اہل بیت کی کیا خوب مدحت کہی ہے۔

زاابدائے عدم تا بہ انتہائے وجود چنانچہ قدرت حق جل ذکرہ فرمود
 کلام بیخ تن آمد بعالم مقصود کہ جبریل ششم نماں نئے تواند بود
 متوجہ : ابتدائے عدم سے لے کر انتہائے وجود تک قدرت حق تعالیٰ سے

بیچ تن ایسے وجد میں آئے کہ حضرت جبرائیل امین ان جیسا چھٹا تن نہ بن سکا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ الزہراءؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت
 امام حسینؑ یہ ہیں بیچ تن ابدالِ عبا کہ جن کے کمالات عالم ظاہر و باطن میں نہیں سما سکتے۔ تمام
 جہان کے سردار اور ساری خلقت سے بہتر یہی ہیں۔ کتاب فصوص الآداب میں خلیفہ شیخ
 سیف الدین باخزمیؒ نے اسی کلیم سیاہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو م اللہ
 و عہد کو پہنائی خرقہ کی سند قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے صحیح
 روایت سے نقل کیا ہے کہ اہل خرقہ یہی بجا تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؑ کو مل
 اور ان مشائخ سے مشائخ کو دست بدست پہنچی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حقیقت خرقہ یہ ہے۔
 کہ حق تعالیٰ نے اس خرقہ کو اس کے پہننے والے کی طہارت اور بزرگی کا واسطہ بنایا ہے۔ پس
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و ولایت کے حقائق اور حقائق میں ودیعت فرمایا اور
 پھر وہ خرقہ حضرت علیؑ کو م اللہ و عہد کو پہنایا اور عہد کے اس دروازے یعنی حضرت علیؑ کو حضرت
 الیاکس علیہ السلام کی صورت پر خرقہ زیب تن کرایا اور اس بزرگی سے مشرف کیا کہ اَنْتَ مَعِي
 بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مَوْسَى الْاِلَاحِ لَعْدِي (یعنی اے علیؑ! آپ میرے نزدیک
 اس طرح ہیں جیسے طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے۔ لیکن
 فرق یہ ہے (ہارونؑ نبی تھے) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ صحاح شریفہ یعنی صحیح مسلم،
 بخاری، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی و سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ۔۔۔
 قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَلِيفَتِي عَلِيٍّ فِي حَيَاتِي وَمَعَاتِي مَنْ عَصَاكَ فَقَدْ عَصَانِي
 وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ عَصَى اللَّهَ فَقَدْ كَفَرَ۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؑ میرے خلیفہ ہیں تم پر میری زندگی میں اور میرے بعد پس جس
 نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے اللہ کی
 نافرمانی کی اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس نے کفر کیا) اور بے نکات میں بھی ایک روایت
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت علیؑ
 آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتید العرب (عرب کے سردار) ہیں۔ کتاب

مذکور میں دیگر یہ شمارا سناد ہیں جن کی اس مختصر سی کتاب میں گنجائش نہیں۔ الغرض جتنی مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے۔ علی مرتضیٰؑ ہمیشہ ان کی خدمت میں مستقیم رہے اور تمام غزوات میں کارہائے نمایاں انجام دے کر مرتبہ جہاد کا حق ادا کیا۔ جب آنحضرتؐ نے پردہ پوشی فرمائی حضرت علیؑ کو اللہ وجہ نے بحکم حدیث رَجَعْنَا فِي جِهَادِ الْأَصْغَارِ إِلَى جِهَادِ الْأَكْبَرِ دہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں، گوشہ قناعت و ریاضت اختیار کیا اور تمام ظاہری و باطنی خواہشات ولایت کی وقت سے ترک کر کے گوشہ نامرادی میں بیٹھ گئے اور بے نیازی کا دروازہ مخلوق پر بند کر کے ذات مطلق کی معرفت میں مشغول ہو گئے اور وصول الی اللہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ مولانا رومؒ نے ان کے احوال کے متعلق اپنے دیوان میں خبر دی ہے۔ لکھتے ہیں کہ

- | | | |
|----|----------------------------------|-------------------------------------|
| ۱۔ | تا صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود | تا نقش زمین بود زماں بود علیؑ بود |
| ۲۔ | شاہی کہ ولی بود وصی بود علیؑ بود | سلطان سنا و کرم وجود علیؑ بود |
| ۳۔ | اں شاہ سرافراز کہ اندر شب معراج | با احمد مختار سیکے بود علیؑ بود |
| ۴۔ | اں شیر دلاور کہ برائے طمع نفس | بر خواں جہاں پنچہ نیا بود علیؑ بود |
| ۵۔ | سرد و جہاں جملہ ز پید او نہ پناہ | شمس الحق تبریزی کہ یہ نمود علیؑ بود |
| ۶۔ | مارون ولایت ز پس موسے و عمران | باشد کہ علیؑ بود علیؑ بود علیؑ بود |
| ۷۔ | این یک دوسرے بیتے کہ گفتم بحقیقت | حقا کہ مراد من و مقصود علیؑ بود |

ترجمہ :

- ۱۔ کائنات کا شیرازہ جن کے دم سے قائم ہے وہ علیؑ تھے۔ زمین و زمان کا نقش یعنی خلاصہ یا دیباچہ علیؑ تھے۔
- ۲۔ وہ بادشاہ جو بیک وقت ولی بھی تھے اور وصی یعنی نبی اکرمؐ کے وصیت یافتہ وہ علیؑ تھے۔ سخاوت اور کرم اور علیؑ کے بادشاہ بھی علیؑ تھے۔
- ۳۔ وہ بلند مرتبہ شہنشاہ جو شب معراج سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یکجان تھے۔ وہ علیؑ تھے۔
- ۴۔ وہ دلاور شیر کہ جس نے طمع نفس سے کبھی بھی دنیا کے دسترخوان پر اپنا ہاتھ اٹھایا

نہ کیا علیؑ تھے۔

۵۔ ساری کائنات کے سب ظاہری و باطنی رموز جو شمس الدین تبریزیؒ نے بیان کیے وہ علیؑ تھے۔
۶۔ اقلیم ولایت کے اروا، بعد حضرت موسیٰؑ و عمرانؑ خدا کی قسم علیؑ تھے، علیؑ تھے، علیؑ تھے۔
یہاں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ میرے لیے
اس طرح ہیں جس طرح مارداںؑ موسیٰؑ کے نزدیک تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں (یعنی ولایت
کے میدان میں)

۷۔ یہ ایک دو تین شعر جو میں نے کہے ہیں۔ میری مراد اور میرا مقصود اس میں وصال علیؑ تھا۔ یا
حضرت علیؑ کی خوشنودی طبع۔

ایک دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت علیؑ کو کہہ کر عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت
کیجئے۔ آپ نے فرمایا: لا تجعل شغلك بما اهلك وولدك فان كان اهلك وولد
من اوليائك فان الله لا يضيع اوليائك فان كانوا عدوا لله فما همك وشغلك
لاعداء الله۔ اور اس قول کا ترجمہ صاحب کشف المحجوب نے یوں لکھا ہے کہ اپنے بیوی
بچوں کے فکر میں زیادہ محو نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر تیرے بچے اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو اللہ تعالیٰ
اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر وہ خدا کے دشمن ہیں تو خدا کے دشمنوں کی تجھے کیوں فکر ہے۔
اور اس مسئلہ کا تعلق غیر حق کو دل سے مٹانے سے ہے (یعنی غیر اللہ سے دل تعلق نہ رکھے۔ ظاہری
کاروبار اور تردد میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان کو جس طرح چاہتا ہے۔ رکھتا ہے بشرطیکہ
تیرا یقین محکم ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کو جس قدر سخت
حالات میں بھی رتی رتی کے سپرد کر کے چلے گئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
اسماعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہؑ کو بیابان میں لے گئے۔ اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے۔
اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو بیوی بچوں کے ساتھ مشغول نہ رکھا اور اپنے دل کو
بلدی طرح حق تعالیٰ کے ساتھ لگایا۔ تاہم ان کی دونوں جہانوں کی مراد نامرادی میں پوری ہوئی۔ اس کا
نام ہے تسلیم رموز خود بحق تعالیٰ۔ جیسا کہ حضرت علیؑ کو اللہ وجہ سے کسی نے دریافت کیا کہ دنیا
میں پاکیزہ ترین شغل کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ غنا القلب باللہ یعنی اللہ پر توکل کر کے

دل غمی ہو جانا۔ جو دل کے حق تعالیٰ کے وصال سے تو نگر (دو لہتمند) ہو گیا۔ دنیا کی کمی اسے مفلس نہیں بنا سکتی اور دنیا کا ہونا بھی اسے خوش نہیں کر سکتا (یعنی نہ وہ دنیا کے ہونے سے خوش ہوتا ہے نہ نہ ہونے سے تنگیں، اور اس کی حقیقت فقر اور تعلق باللہ سے متراستی ہے۔ پس اہل طریقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقائق و معارف، دقائق، اشارات، ترجمہ اور ترکیب حیات و آخرت اور تقدیر حق کی معرفت میں اقتدا کرتے ہیں **قَالَ عَلِيُّ لَوْ كَانَ حَبَّةٌ بِرَبِّهِ دُونَ النَّاسِ كَلِمَةً عِيَالِي فَوَاللَّهِ لَا اَبَالِي** ترجمہ (حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک گندہ کھاد نہ ہو اور ساری خلقت میرے اہل و عیال ہیں تو خدا کی قسم مجھے کچھ فکر نہ ہوگی، یہ مقدمہ باستانے قلب و ولایت مطلق کے کمال نمود کی علامت ہے۔ دوسروں کو یہ بلند ہمتی کیسے میسر آ سکتی ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آند مرد شد

ہمچو خورد کشید از بندہ می فرد شد

(جو صاحب ہمت ہو اور مرد ہو گیا اور سوچ کی طرح بندہ می میں بے مثل ہو گیا)

روضۃ الاحباب کی جلد دوم اور حبیب البیت میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے جام شہادت نوش فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے گھر میں ساری دنیا سے کنارہ کش ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اکابر مہاجرین و انصار اور ہر شہر کے ہر علاقے کے شرفاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ امت ایک امام، پیشوا اور خلیفہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور آج آپ سے بڑھ کر کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ یہ جواب دیتے تھے کہ مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں۔ جس شخص کو آپ متفق ہو کر خلیفہ مقرر کر لیں۔ میں اس کی بیعت کر لوں گا۔ لیکن لوگ پھر آپ سے کہتے تھے کہ جب تک آپ ہمارے درمیان ہیں۔ کس کو دم مارنے کی مجال ہے کہ خلافت کا دعویدار بنے۔ الغرض جب مہاجرین و انصار کا ہجوم اور ان کی گریہ و زاری حد سے بڑھ گئی تو آپ راضی ہو گئے۔ پہلا شخص جس نے کھڑے ہو کر آپ سے بیعت کی۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تھے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے بیعت کی۔ پھر سب اکابر مہاجرین و انصار و عام خلقت نے بیعت کی۔ ایک روایت کی رو سے جس روز لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ جمعہ کا دن تھا اور اسی روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے۔ لیکن مسیح اور قومی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے

ایک ہفتہ بعد یعنی جمعرات کے دن پچیس ماہ ذی الحجہ ۲۵ھ کو لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی۔ الغرض دوسرے روز بھی لوگ بیعت کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے خطبہ پڑھا اور صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان امور سے فارغ ہو کر آپ نے مروان بن ابی امیہ کے چند افراد کو بلا بھیجا کہ لوگوں کے سامنے آکر حضرت عثمانؓ کے خون کا دعویٰ کریں اور قاتلوں کو ثابت کر لیں تاکہ ان کو قتل کیا جائے۔ لیکن کافی چچان بن بن کے بعد بھی اس جماعت کا کوئی فرد سامنے نہ آیا۔ ان میں سے بعض لوگ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اکثر ملک شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ بنی امیہ میں سے کسی نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی اور نہ ان کے سامنے کوئی حاضر ہوا۔ پس حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائکہؓ سے پوچھا کہ قاتل کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ دو آدمی گھر کے اندر گھس آئے اور محمد بن ابوبکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان دو آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ میں نے ان کے چہرے تو دیکھے لیکن اب پہچان نہیں سکتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابوبکرؓ کو طلب فرما کر واقعہ کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ واشد میں حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوا اور ان کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن جب انہوں نے میرے والد زبیرؓ کو اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام لیا۔ میں سخت شرمندہ ہوا اور اپنے ارادہ سے باز آکر تائب اور پشیمان ہوا۔ قسم ہے خدا کی میں نے ان کو قتل نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی نے بھی ان کے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں امیر المومنینؓ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اگرچہ میرے ساتھ آپ لوگوں نے بیعت کی ہے۔ لیکن میں آپ لوگوں کو تبا دینا چاہتا ہوں کہ میں حد شرع سے تجاوز نہ کروں گا اور کسی کی رعایت نہ کروں گا۔ تمام امور کا فیصلہ جمہور کے مشورہ کے مطابق ہوگا اور اپنی ذات کے لیے بیت المال سے ایک درم بھی نہیں لوں گا۔ لوگوں پر اپنے آپ کو ترجیح نہیں دوں گا۔ بلکہ ہر شخص کو رحمت اور مہربانی کی نظر سے دیکھوں گا اور لوگوں کے درمیان فیصلے کتاب اللہ اور حدیث و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد کی طرف چلو۔ کیونکہ یہ معاملہ خفیہ طور پر طے نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ محض عام میں طے ہوگا۔ پس امیر المومنینؓ جمعہ کے دن ممبر نبویؐ پر تشریف لائے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ کا پہلا خطبہ یہ تھا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ إِحْسَانِهِ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلَىٰ مَكَانِهِ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ كَمَا تَشْكُرُونَ اس کے اس

احسان کا کہ حق تجی دار رسید، دوسرے دن آپ نے حکم دے دیا کہ بیت المال کا دروازہ کھولا جائے۔ وہ چیزیں جو بیت المال میں مخفوظ تھیں۔ آپ نے باہر نکلوا کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ صدقہ کے اونٹوں کا جو سامان پڑا تھا۔ آپ نے ضبط کر کے بیت المال میں جمع کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کے ویشار میں تقسیم کر دیا۔ ان امور سے فراغت کے بعد آپ نے پایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو شام اور حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہما کو مصر کی حکومت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مقرر کردہ دوسرے عمالوں کو معزول کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا کہ یہ جماعت طالب جاہ و حکومت ہے۔ ان کا معزول کرنا باعث فتنہ و فساد ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا کرتا تھا۔ ان حکمرانوں کو معزول کر دیں تاکہ لوگ ان کے مظالم سے بچ جائیں اور اب جبکہ میں خود اس کی قدرت رکھتا ہوں۔ کس طرح سنت نبویؐ اور سنت کشتی بنینؓ (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کے خلاف عمل کروں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے دیانت دار اور نیک حاکموں کو مختلف شہروں اور صوبوں میں تعینات فرمایا۔ اس وقت حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ کو فز اور لبرہ کی حکومت ہمیں دی جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ تمام کام آپ لوگوں کے مشورے سے کروں۔ جب تم ایک طرف چلے جاؤ گے تو میں کس سے مشورہ کروں گا۔ ان کو یہ بات پسند نہ آئی اور ناراض ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنے ساتھ متفق کر کے حضرت علیؓ کو مائدہ جہد کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ حضرت ام سلمہؓ حرم محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بہت سمجھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مجمع میں پڑھی۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و مماتی فمن عصا فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصی اللہ فقد عصی دینی یعنی علیؓ میرا خلیفہ ہے تم پر میری زندگی میں اور میری زندگی کے بعد پس جس نے علیؓ کی نافرمانی کی میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی، خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس نے کفر کیا، یہ حدیث سن کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے آپ کو ان سے الگ کر لیا۔ لیکن چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ آپ کے بھانجے تھے۔ ان سے ان کو بہت انس تھا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو مجبور کر کے

اپنے ساتھ شامل کر لیا اور اکثر بنی امیہ جو مکہ میں تھے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے مل گئے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پہلے شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کا پیاسا ہے۔ لیکن طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز قبول نہ کی۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام چھوڑ کر ان کے ہمراہ نہیں چلیں گے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران ان کو کوئی بار خط لکھا گیا تھا لیکن وہ نہ آئے اور نہ مجھے ملک شام میں آنے دیں گے۔ آخر یہی ہوا نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا اتباع قبول کیا نہ ان کو ملک شام کے اندر آنے دیا۔ پس طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مل کر ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ پہنچ گئے۔ دوسری جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سہیل بن جنیف کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ روضۃ الاجاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا گذر موضع ذی وقار سے ہوا۔ حضرت خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہما نے اہل بیت سے باہر نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آکر ملے۔ آپ نے ان کی بہت تعظیم کی۔ اس کے بعد حضرت اولیس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا علی رضی اللہ عنہ! ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ آپ خلیفہ برحق ہیں۔ الغرض اسی وقت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ امام عبد اللہ شافعی رضی اللہ عنہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے ہوئے جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں سنہ ۳۷ ہجری میں شہید ہوئے۔ سب مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں کہ اپنے اہم خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار جنگ کی پہلی جنگ کو ناکثین کہتے ہیں۔ دوسری کو قاسطین اور تیسری کو مارقین۔ ناکثین سے مراد طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت ہے۔ جن کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت میں نقص واقع ہو گیا تھا اور اس جنگ کو مورخین جنگ جمل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس جنگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ اس جنگ میں فتح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور بہت مخالفین کام آئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اس جنگ میں جلت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی گفت و شنید کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قبول کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عزت و وقار کے ساتھ ان کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جس کے بعد آپ روضۃ اطہر کی خدمت انجام دیتی رہیں۔ قاسطین سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین مراد ہیں۔ کیونکہ قاسطین صحرائے صفین میں واقع ہوا ہے۔ کافی کشش اور کوشش

کے بعد فریقین کے مابین صلح ہو گئی۔ اور حکمیں مقرر ہوئے (یعنی دو ثالث حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص مقرر ہوئے)

مارقین نہروان کے خارجیوں کو کہتے ہیں جن کا سردار عبداللہ بن وہب تھا، اس جنگ میں فتح حضرت علیؑ کو نصیب ہوئی اور تمام خارجی مارے گئے۔ لیکن ان کے لشکر سے نہ کوئی بھاگ نکلا اور نہ حضرت علیؑ کے لشکر کا کوئی آدمی شہید ہوا۔ سب سلامت رہے۔ ان تینوں جنگوں کی تفصیل روضۃ الشہداء اور روضۃ الصفا اور دیگر معتبر کتب میں موجود ہے۔ اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔ خوارج پر فتح پانے کے بعد امیر المومنین کو ذہ تشریف لے گئے۔ آپ چاہتے تھے کہ حاکم شام پر لشکر کشی کریں لیکن یہ واقعہ پیش آگیا بیت ۷

درآمد زحمت چو سالِ جہل

بماتم نشستند اصحابِ دل

[ہجرت سے جب چالیسواں سال گزرا تو تمام اہل دل ماتم کی صف میں بیٹھ گئے]

جب ہجرت سے چالیسواں سال شروع ہوا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اکثر فراق آمیز باتیں کرنے لگے۔ ایک دن انھوں نے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو بلایا اور وصیت فرمائی اور وہ امانت جو ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی، خلافتِ امامت کے ساتھ حضرت امام حسنؑ کے سپرد کی۔ روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ اس رات آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ آپ تمام رات عبادت اور شوقِ حضور میں جاگتے رہے۔ صبح کے اول وقت میں وضو فرمایا اور مسجد میں جا کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز کی حالت میں ابن ملجم ملعون نے زہر آلود تلوار کی ضرب آپ کے سر مبارک پر ماری، جس سے مغز کٹ گیا۔

الغرض حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے

قسم کھائی کہ شکر ہے میں اپنے مطلوب کے وصال سے مشرف ہو گیا ہوں یعنی قیدِ وجود سے رہائی پا کر دوست سے واصل ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؑ

سے فرمایا کہ امامت کے فرائض ادا کر کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ انیس ماہ رمضان
۳۳ھ کو ابی بلعم نے آپ کو زخمی کیا اور ماہ مذکور کی اکیس تاریخ کو آپ نے جان مشاہد
حق میں تسلیم کر دی۔ حضرت امام حسنؑ اور دیگر لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی اور آپ کے
جسم مبارک کو آپ کی وصیت کے مطابق مقام غرہ میں جس کا آج کل نام نجف اشرف
مشہور ہے دفن کیا۔ چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل روضۃ الصفا اور صیب السیر میں درج
ہے۔ اس منظر الغرائب کی خلافت کی مدت چار سال اور نو ماہ تھی۔ آپ کی عمر شریف
صحیح ترین روایات کے مطابق تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی بیویاں تھیں۔ لیکن جتنا عرصہ
حضرت فاطمہ الزہراؑ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہ کی۔ جب حضرت خاتون جنت
نے ہجرت کے گیارہویں سال ماہ جمادی الاخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال
کے پانچ ماہ بعد رحلت فرمائی، حضرت علیؑ نے آٹھ مزید عورتوں سے شادی کی۔
تمام بیویوں سے اٹھارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی رو سے آپ کے
بدر لڑکے اور بندر لڑکیاں تھیں۔ آپ کے پانچ لڑکوں کی اولاد زندہ رہی باقی لاوڈ
قوت ہوئے۔ ان پانچ لڑکوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت امام حسنؑ (۲) حضرت
امام حسینؑ (۳) محمد حنیفہؑ (۴) عمر (۵) عباسؑ۔ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ حضرت فاطمہؑ
کے بطن میں سے تھے۔ اور محمد اکبر معروف محمد حنیفہؑ اسماء بنت عمیس الحنیفہ کے بطن
سے، عمر بن خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ اور عباسؑ ام البنین بنت خزام بن خالد بن
جعفر بن ربیعہ کلابی جو کہ قبیلہ قریش کے سرداروں میں سے تھے، کے بطن سے پیدا ہوئے
اس حقیر فقیر عبدالرحمن چشتیؒ اس کتاب کے مصنف کا سلسلہ نصب حضرت عباسؑ ابن
حضرت علیؑ سے جا ملتا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس پاک خاندان کے وسیلہ سے مجھے محفوظ رکھ کر میری
عاقبت محمود فرمادیں۔ اہل بیت کے حالات میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت
اپنی کتاب خزانہ جلالی میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب
اعلام الہدیٰ و عقیدہ الباب التقی میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اور

ان کی تمام اولاد سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں چنانچہ حدیث صحیحہ اسی مضمون پر ناطق ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللشکوۃ ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ و جعل ذریۃ فی صلب علی ابن ابی طالب۔

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی پشت سے پیدا کیا لیکن میری اولاد علی کرم اللہ وجہہ کی پشت میں رکھی ہے) صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جو ازلی طہارت سے مخصوص ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اس میدان میں مردِ کامل اور اس طائفہ کا شہرِ اعلیٰ تھا۔

حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی چہل مجلس میں اپنے مریدین کو وصیت کرتے ہیں کہ تم کو چاہیے کہ ائمہ اہل بیت کی بے حد تعظیم کرو اور ان کے حق میں عام اہل سنت و جماعت کے لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو دروغ و گورافضیوں کی مبالغہ گوئی سے تنگ آکر یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، حضرت بایزید بسطامی اور حضرت خواجہ جنید بغدادی ائمہ اہل بیت سے زیادہ بزرگ تھے۔ وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی کو اہل بیت کی مدحت پر ناز تھا۔ چنانچہ تذکرۃ الاولیاء کے مقدمہ میں ان سے ایک شعر نقل کیا گیا ہے اور حضرت بایزید بسطامی اور خواجہ جنید بغدادی کا یہ حال تھا کہ اگر اہل بیت کے قدموں کی خاک ان کو ملتی تو آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔ ائمہ اہل بیت کے مراتب اس قدر بلند ہیں کہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے تمام عارفین نے اپنی تصنیفات میں ان کی مدحت سراہی کی ہے۔ چنانچہ مولانا روم کے دیوان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اے شاہ شاہانِ جہاں واللہ مولانا علیؑ۔ اے نورِ حشیم عاشقان واللہ مولانا علیؑ
۲۔ حمد است گفتن نام تو اے نورِ فرخ نور تو۔ خورشید و مہ ہندوئے تو واللہ مولانا علیؑ

- ۳۔ اے نور چشم انبیا احمد کہ بد بد روجی۔ میگفت در قرب دتی واللہ مولانا علی
 - ۴۔ قاضی و شیخ و محتسب دازند بدل بغض علی۔ ہر سہ شدند از دین بری واللہ مولانا علی
 - ۵۔ گر مقتدا سے جہلے گروست در دین جہلی۔ تو مقتدا سے کاملی واللہ مولانا علی
 - ۶۔ شاہم علی مرتضیٰ بعدش حسنی نجم السما۔ خوانم حسین کر بلا واللہ مولانا علی
 - ۷۔ آل آدم آل عباد واتم علی زین العباد۔ ہم باقر و صادق گواہ مولانا علی
 - ۸۔ موئے کاظم ہفتہمین باشد امام را ہنما۔ گوید علی موسیٰ رضا واللہ مولانا علی
 - ۹۔ سوئے تقی و کیم نقی در مہدا و مہدی بخوال۔ با عسکری راز سے بگو واللہ مولانا علی
 - ۱۰۔ مہدی سوار سے آخرین خرم بکشاید کھیں۔ خارج رود زیر زمین واللہ مولانا علی
 - ۱۱۔ دیو دیری واہر من اولاد آدم مردوزن۔ دازند ای سر در دین واللہ مولانا علی
 - ۱۲۔ اقرار کن اظہار کن مولائے رفی ایں سخن۔ ہر لحظہ سے من لڈن واللہ مولانا علی
 - ۱۳۔ اے تمس تیریزی بیابرا بکن جور و جفا۔ رُخ را بہ مولانا نما واللہ مولانا علی
- ترجمہ (۱)۔ تمام بادشاہوں کے بادشاہ خدا کی قسم مولانا علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور عاشقوں کی آنکھوں کا نور واللہ مولانا علی ہیں۔

- ۲۔ تیرا نام لینا حمد ہے، تیرا نور مبارک نور ہے۔ سورج اور چاند تیرے غلام ہیں خدا کی قسم مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔
- ۳۔ تمام انبیوں کی آنکھوں کے نور یعنی احمد مجتبیٰ جو سیاہ رات کی روشنی ہیں شب معراج یہ کہہ رہے ہیں واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔
- ۴۔ قاضی، شیخ اور محتسب (یہ ذبیوی عہدے ہیں) میں سے جو بھی علی سے بغض رکھتا ہے، دین سے دور ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم مولانا علی ہمارے آقا ہیں
- ۵۔ اگر قوم کا راہنما جاہل ہے تو دین حق جاہل کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اسے مولانا علی خدا کی قسم تو راہنما کامل ہے۔
- ۶۔ میرا بادشاہ علی مرتضیٰ ہے۔ اس کے بعد امام حسن آسمانوں کا نارا ہے۔ پھر امام حسین مالک کر بلا ہے واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۷۔ آل عباد یعنی نیک لوگوں کے آدم حضرت امام زین العابدینؑ ہیں اور اس پر حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ گواہ ہیں۔

۸۔ امام موسیٰ کاظمؑ ہمارے راہبر ہیں۔ یہی فرماتے ہیں علی موسیٰ رضا واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۹۔ امام تقیؑ اور امام تقیؑ جنھوں نے مہد (بچپن) میں عہد کیا، امام عسکریؑ کیساتھ راز کی بات کرے مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۱۰۔ امام مہدیؑ سب سے آخری سوار ہوں گے جو دشمن پر وار کریں گے۔ اس سے تمام خارجی زمین میں دب جائیں گے۔

۱۱۔ دیوباری، جہن اور اولاد آدم مرد و زن سب یہی سخن زبان پر رکھتے ہیں واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۱۲۔ اے مولانا اے روم اس بات کو مان لے اور ظاہر کر کہ ہر لحظہ لدنی راز کا مظہر مولانا علی ہیں۔

۱۳۔ یہاں مولانا روم اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی کے فراق میں نوحہ کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اے شمس تبریزی اب آجا اور ہم پر بے شک سختی کر۔ ایک دفعہ اپنے غلام جسے لوگ "مولانا" کہتے ہیں کو منہ دکھلا جا۔

ذکر جگر بند مصطفیٰ وزبر بزرگترین اولاد مرتضیٰ

صاحب الجود والسخا امام ابو محمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انمہ اہل بیت میں سے آپ دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت منگل کے دن پندرہ ماہ رمضان ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں آپ کی پرورش ہوئی۔ اور اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری بن جاتے تھے اور ان کو اور امام حسینؑ کو سوار بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین خلائق یہ ہیں

اور ان کی دوستی باعث نجات ہے اور ان کے ساتھ دشمنی موجب فطالت و گمراہی ہے۔ اور آنے والی حدیث نبوی کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اهل بیتی کمثل سفینة نوح۔

[میرے اہل بیت کی مثال نوح کے سفینہ کی سی ہے] اور صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ کو طریقت کے حقائق و دقائق میں کمال حاصل تھا۔ اور عرفان میں آپ کا مقام بلند ہے چنانچہ آپ کا قول ہے کہ۔ عَلَیْکُمْ بِحَفْظِ السِّرَائِفَانِ اللّٰهُ مُطْعَمُ عَلِیِّ الضَّمَائِرِ۔

[یعنی تم پر اپنے قلب کی حفاظت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دل کے بھیدوں کو جاننے والا ہے] اس کا مطلب یہ ہے دل میں خطرات و وساوس اور عقائد بد کو نہیں گھسنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے قلوب کی کیفیت مخفی نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے کوائف قلبی کی حفاظت کی اتنی ضرورت ہے جتنی کہ ان کے حفظ اظہار کی ہے۔ حفظ اسرار کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کے خیال سے دل کو محفوظ رکھا جائے اور حفظ اظہار کا مقصد یہ ہے کہ عقائد کے اظہار میں اللہ کی مخالفت نہ ہو۔ [یعنی صحیح اسلامی عقائد کے سوائے سوائے اور کچھ نہ نکلے] کشف المحجوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب قدرتی فرقہ کے لوگوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور معتزلہ عقائد دنیا میں پھیلنے لگے تو حضرت خواجہ شمس الدین عجمی نے حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں ایک غریب خط لکھا اور وہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اما بعد! پس آپ ہنوز شرمندہ چلنے والی کشتی کے گہرے سمندر میں اور ستارگان کی طرح راہ دکھانے والے ہیں (اندھیرے میں) لوگوں کو ہدایت دینے والے اور خلق کے امام ہیں۔ جو کوئی آپ کی متابعت کرتا ہے ہدایت پاتا ہے جس طرح کہ لوگوں نے کشتی نوح میں

نجات حاصل کی۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے آپ کا قدوس جبر کے متعلق کیا حکم ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کی روش اس معاملہ میں کیا ہے۔ آپ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں، آپ کا علم خدا کا علم ہے۔ اللہ آپ کا محافظ ہے اور آپ خلاق خدا کے محافظ ہیں۔ جب یہ خط ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے یہ جواب لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد۔ فقد انتہی الی

کتابک عند حیرتک من زعمت بمن امتنا والذی علیہ رای ان من لم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ فقد کفر ومن حمل المعاصی علی اللہ فقد فجر ان اللہ لا یطاع باکراہ ولا یعصى بغلبہ ولا یهمل العباد ملک لکنہ لکملک ملکهم والقادر علی ما علیہ قدرهم فان اتتوا بالطاعة لم یمن بهم صادوا ولا هم عنہا شیطان اتوا بالعصیة وشاء ان یمن علیہم فیحول بینہم وینہا فعل وان لم یفعل فلیس هو حملہم علیہا اجبارا اوہ اکراہ ایاہا والرمہم باحتیاجہ علیہم ان عرفہم ومکنہم وجعل لهم السبیل الی اخذ ما دعاهم اللہ وترک بانہام عنہ وغتہ الحججہ البالغہ والسلام۔

[یعنی آپ نے اپنی حیرت کے متعلق لکھا ہے اور ہماری امت کے متعلق اور مسئلہ قدر کے متعلق میری رائے دریافت کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتا کافر ہے اور جو شخص گناہ کو اللہ کے ساتھ منسوب کرتا ہے فاجر ہے۔ یعنی تقدیر کا انکار مذہب قدر ہے اور گناہ کو اللہ کے ساتھ منسوب کرنا مذہب جبر ہے۔ پس بندہ اپنے فعل میں اس قدر مختار ہے جس قدر اللہ عزوجل نے اسے استطاعت دی ہے اور ہمارا

دین قدر و تہر کے درمیان ہے یعنی تمام خیر و شر تقدیر حق تعالیٰ ہے لیکن تیرے اختیار کی وجہ سے موجود ہو جاتا ہے]

اور میری مراد اس خط سے اس سے قبل صرف ایک کلمہ تھا لیکن میں نے پورا خط نقل کیا ہے، کیونکہ نہایت فصیح اور عمدہ تھا۔ کشف المحجوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سب اس لئے نقل کیا ہے کہ خط لکھنے والے ابن علیؑ ہیں جو علم حقائق و احوال میں اس قدر بلند درجہ رکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہر ان علوم میں آپ کی متابعت کرتے تھے۔ انہوں نے یہ حکایت بھی نقل کی ہے کہ امام حسنؑ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف رکھتے تھے کہ جنگل سے ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور ان کو گالیاں دینے لگا کہ تو ایسا ہے تیرا باپ ایسا ہے تیری ماں ایسی ہے۔ آپ نے اٹھ کر دریافت کیا کہ اے اعرابی کیا تم بھوکے ہو۔ یا تمہیں کوئی اور تکلیف ہے لیکن وہ اسی طرح گالیاں دیتا رہا۔ حضرت امام حسنؑ نے اپنے نوکر سے فرمایا کہ سونے چاندی کا ایک تھیلا لا کر اس کو دے دو۔ جب نوکر نے تھیلا دے دیا تو آپ نے فرمایا، اے اعرابی معاف کرنا کیونکہ آج ہمارے گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے اور تجھ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ جب اعرابی نے یہ بات سنی تو فوراً بول اٹھا۔

شہد انک ابن رسول اللہ - (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں) میں اس جگہ آپ کا علم آتا ہے آیا تھا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ خلق کی مدح و ذم (تعریف اور مذمت) آپ حضرات کے نزدیک یکساں ہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں، جن کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

الغرض جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جام شہادت نوش فرمایا تو دوسرے دن ماہ رمضان ۴۰ھ میں میر سوسین حضرت امام حسنؑ اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہرگز ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد انہوں نے قبس بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار لشکر دے کر امیر معاویہؓ

کے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ کیا۔ اور خود مدین میں کسریٰ نو شیروان کے محل میں قیام فرمایا۔ آپ خلافت کے معاملات چھ ماہ تک انجام دیتے رہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ۔ الخلفاء من بعدی ثلاثون سنۃ ثم یصیر ملکاً عضوہ۔ [خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت..... ہو جائے گی] اس میں سے انتیس سال چھ ماہ کی مدت تک پہلے چار خلفاء کرام حکم ان رہے۔ باقی چھ ماہ حضرت امام حسنؑ نے پورے کئے جب آپ نے دیکھا کہ امیر معاویہؓ طلب حکومت میں بے اختیار ہیں اور اس معاملے میں مسلمانوں کا خون بہے گا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے حکومت ان کے حوالہ کر دی۔ اور خود مدینہ منورہ میں گوشہ نشین ہو کر مشغول بحق ہو گئے۔ تاریخ طبری اور خزائنہ جلالی میں لکھا ہے کہ اس سے بھی امیر معاویہؓ کے دل کی تسکین نہ ہوئی اور امام حسنؑ کی جان کے پیچھے پڑے رہے۔ آخر کار انھوں نے اسمابنت اشعب زوجہ امام حسنؑ کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر ان کے قتل پر آمادہ کر لیا اور اس ناقص العقل اور ناقص الدین نے آپ کو زہر دے دی جب حضرت امام حسنؑ نے دیکھا کہ میری زندگی تمام ہو چکی ہے۔ حضرت امام حسینؑ کو اپنے پاس بلا کر خلافت و امامت کی امانت ان کے سپرد کر دی اور اٹھائیس صفر ۴۰ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کی عمر شریف سینتالیس سال اور مدت خلافت چھ ماہ تھی۔ آپ کے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں، اس کا مفصل ذکر و وصیۃ الصفا میں ہے۔ حضرت امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے دس سال حکومت کی اور پندرہ رجب ۴۰ھ میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر دمشق میں رحلت فرمائی ان کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے ہوئی اور ہجرت سے آٹھ سال بعد مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حاکم مصر مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران میں بیس سال حکومت کی۔ اس کے بعد دس سال حضرت علیؓ کی کوفہ سے مراجعت کے بعد حکومت کی۔

ایک روایت کے مطابق ان کی عمر اٹھاسی سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق پچاسی سال۔ ان کے وزیر ان کا لڑکا یزید لعین اور ابو منصور رومی تھے۔ ان کے تین لڑکے تھے۔ ان میں سے حکومت انھوں نے یزید کے سپرد کی۔ حضرت معاویہ کی حکومت کے زمانے میں حضرت علیؑ کے غلام قتیر نے نیشاپور میں ۳۳ھ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوا۔ ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہ بن عبد الرحمن الروسی محدث نے رحلت کی۔ آپ کی عمر ستتر سال تھی۔ جنگ صفین کے دوران میں آپ کھانا حضرت معاویہؓ کے دسترخوان پر رکھاتے تھے اور پانچوں وقت نماز حضرت علیؑ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ کھانا حضرت معاویہ کا مزے دار ہے اور نماز حضرت علیؑ کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر آن شمع خاندان مصطفوی آن و ارث شجاعت و سخاوت ترضوی

آن غریق عشق و بلا امام ابو عبد اللہ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے تیسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت منگل کے دن ماہ شعبان ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ شخص ماہے تھے اور یہ ان کی اور حضرت یحییٰ بن حضرت ذکریا علیہ السلام کی خاصیت تھی۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ طریقت میں آپ کا کلام بہت لطیف ہے۔ آپ سے بہت اسرار و رموز کی باتیں اور عجیب و غریب معاملات منقول ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔ اشفق علی الاخوان علیکم دینکم [تمہارا شفیق ترین بھائی تمہارا دین ہے] انسان کی نجات دین میں ہے۔ اور اس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ کمال بندگی کیا ہے۔ فرمایا بندگی کا کمال یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو ترک کر دے۔ یعنی ذات حق میں اس قدر غرق ہو کہ اپنے آپ کو نہ دیکھے یہ بھی کشف المحجوب میں ہے کہ ایک دن ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے ابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مفلس ہوں اور میرے بہت سے

بال بچے میں مجھے کز اوقات چاہیے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دینار کے پانچ تھیلے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ پانچوں تھیلے اس کو دے دیئے اور معذرت کی کہ ہم اہل بلا ہیں اور دنیا کی تمام راحتوں سے ہم نے کنارہ کشی کی ہوئی ہے ہم نے اپنی مرادوں کو کوتاہ کر کے دوسروں کی مراد براری کے لئے زندگی وقف کر رکھی ہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت مشہور تھے اور کسی سے پوشیدہ نہ تھے۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب امیر معاویہ نے وفات پائی تو ان کی وصیت کے مطابق یزید بن معاویہ مسند خلافت پر بیٹھا۔ تمام اہل شام نے اس کی بیعت کی۔ اس نے تمام سرحدوں کی طرف خطوط لکھے۔ پہلا خط اس نے ولید بن عتبہ کو جو اس کے باپ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا لکھا جس میں یہ حکم دیا کہ چار شخصوں سے میرے لئے بیعت حاصل کرو۔ یعنی عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ، عبداللہ بن عمر فاروقؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حسین بن علی کرم اللہ وجہہ۔ اگر بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان سے بنا کر رکھو۔ جب ولید کے پاس خط پہنچا تو اس سے مروان بن حکم کے ساتھ مشورہ کر کے ان چاروں مستحقین خلافت کو یزید کی بیعت کی دعوت دی۔ جب یہ حضرات امیر معاویہ کی حکومت سے راضی نہ تھے یزید سے کس طرح بیعت کرنے۔ اس لئے کہ خواہ مخواہ شہر پیدانہ ہو۔ وہ سب مکہ معظمہ چلے گئے، جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت امام حسینؑ وغیرہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی اور مکہ معظمہ چلے گئے ہیں تو کوفہ کے لوگ اس خبر سے خوش ہوئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں محضر نامہ لکھ کر قاصدوں کے ذریعہ ان کے پاس بھیجا کہ آپ اٹھیں اور اپنا حق سنبھالیں تاکہ ہم اپنی جانیں آپ کی خاطر قربان کریں۔ کوئی بارہ ہزار آدمیوں نے متفق ہو کر یہ پیغام بھیجا۔ یہ خبر سن کر امام حسینؑ بہت خوش ہوئے اور اپنا سارا کنبہ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بہت سمجھایا کہ کوفہ کے لوگ بہت بے وفا ہیں ان پر اعتبار نہ کریں اور اپنے بال بچے ساتھ نہ لے جائیں

اگر اہل کوفہ آپ کے وفادار ہیں تو انھوں نے یزید کو کوفہ سے باہر کیوں نہ نکال دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور امام حسین اپنے ہمراہ چالیس سوار اور ایک سو پیادہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ یزید کے خیر خواہوں نے یہ خبر اس کو پہنچادی جس سے وہ سانپ کی طرح تیج و تاب کھانے لگا اور عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا کہ بصرہ سے لشکر جمع کر کے امام حسین کو راستے میں جا کر ملو۔ اگر میری بیعت قبول کریں تو بہتر ورنہ ان کو ان کے تمام خیر خواہوں سمیت قتل کر دو۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو چار ہزار فوج دے کر امام صاحب کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وہ لشکر لے کر صحرا میں روانہ ہو گیا۔ محرم کی پہلی تاریخ کو حضرت امام حسین نے قادسیہ سے تین میل دور پڑاؤ کیا۔ عمر بن سعد نے ایک آدمی آگے بھیجا کہ لشکر کے لئے کیمپ کی جگہ تلاش کیجئے۔ وہ جب قادسیہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچا تو حضرت امام حسین کو دیکھا اور پوچھا کہ اے مسلمانوں کے امام آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ کوفہ جا رہا ہوں، اس نے کہا آپ واپس جائیں کیونکہ عمر بن سعد چار ہزار لشکر کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور اس نے مسلم بن عقیل جسے آپ نے پہلے کوفہ بھیجا تھا کو قتل کر دیا ہے امام عالی مقام وہاں سے کوچ کر کے کربلا کے صحرا میں پہنچ گئے اور وہاں قیام کیا۔ عمر بن سعد پیچھے کی طرف سے پہنچ گیا۔ کوفہ کے لوگوں نے بے وفائی کی۔ اور اس کے ساتھ مل کر دریائے فرات کا پانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر بند کر دیا تا کہ پیا سے مر جائیں۔ گفت و شنید میں ایک ہفتہ گزر گیا جمعہ کے دن دس محرم ۱۰؎ کو جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امام صاحب اپنے تمام بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ پیا سے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ آخر اسی روز پانچ بھائیوں، تین بیٹوں اور اسی جانثاروں سمیت شہید ہو گئے۔ آپ کا سر مبارک کاٹ کر یزید لعین کے پاس لے گئے۔ آپ کی عمر اٹھاون سال اور دو مہینے روایت کے مطابق ستاون سال تین ماہ اور دو دن تھی۔ آپ کے چار بیٹے اور

دو بیٹیاں تھیں۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ تمام شہداء تین دن تک میدان کربلا میں پڑے رہے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے اگر امام حسین کو دفن کیا۔ اور علی اکبر بن حسین کو ان کی پائنتی میں دفن کیا۔ باقی شہداء کو بھی انھوں نے ایک جگہ اکٹھا کر کے دفن کر دیا۔ حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ امام حسین کی زندگی میں چند ساعت پہلے بہادری کے جوہر دکھا کر شہید ہو گئے تھے ان کو علیحدہ جگہ سڑک کے کنارے دفن کیا گیا۔ وہ امام حسین کے محبوب ترین بھائی اور ان کی فوج کے علمبردار تھے۔ جب عباس شہید ہوئے تو امام حسین نے فرمایا، اب میری ٹھٹھوٹ گئی ہے اور مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہی الغرض تمام اہل بیت یکبارگی چل بسے سوائے زین العابدین بن حسین کے جو شیخے میں مریض تھے۔ امام حسین نے خلافت اور امامت کی امانت ان کے سپرد کی اور جانِ جاں پرور کے حوالہ کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹوں میں سے محمد حنیفہ اور عمر جو اس وقت امام حسین کے ساتھ نہ تھے زندہ رہ گئے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں مجتہدان امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر حیران ہوں کہ امت کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کو بے گناہ قتل کر دیا اور پھر بھی ان کی مسلمانی باقی رہ گئی۔ ہمارے خواجگان چشت کے ملفوظات میں اکثر جگہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اور دیگر خواجگان نے یہی فرمایا ہے کہ اسے کافر و اتم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ان کو کیوں بے پناہ قتل کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں شیخ جلال الدین بخاری قدس سرہ اپنی کتاب خزانہ جلالی کے سترھویں باب میں لکھتے ہیں کہ سلاطین بنی امیہ نے فرزند ان رسول اللہ صلعم کو قتل کیا۔ اور حضرت علیؑ اور حسینؑ پر لعنت بھیجتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر قسم قسم کے مظالم ڈھاتے تھے پس میں ان کو دشمن بناؤں اور ان کو مسلمان نہیں کہتا بلکہ انہوں میں شمار کرتا ہوں۔ الغرض خزانہ جلالی میں بہت چیزیں مذکور ہیں لیکن اس مختصر

سی کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے]

امام حسین کی شہادت کے بعد یزید شرب دوام (ہمیشہ شراب خوری) میں مبتلا ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں دین محمدی سے بیزار ہوں اور عیسیٰ بن مریم کے مذہب میں داخل ہو گیا ہوں اور منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ چار ربیع الآخر ۳۷ھ کو رقص و مستی کی حالت میں چھت سے گر جس سے اس کا مغز پھٹ گیا اور مر گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رقص و مستی کی حالت میں شکار کو گیا اور گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ وہ ہجرت کے چھبیسویں یا بائیسویں سال پیدا ہوا۔ اس کی حکومت تین سال اور آٹھ ماہ رہی۔ اس کا مدفن دمشق کے قریب قصبہ جوارین میں ہے۔ اسی کے زمانے میں یعنی ۴۳ھ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا مکہ میں انتقال ہوا۔ یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید تخت پر بیٹھا چالیسویں دن ممبر پر آیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میرے باپ نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے۔ خلافت ان کا حق تھا، میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں یہ دیکھ کر تمام بنی امیہ کے لوگ اس غریب تائب شدہ مسلمان (معاویہ بن یزید کے خلاف متفق ہو گئے اور اسے زہر دے کر مار دیا۔ اور اس کی جگہ مروان بن امیہ کو تخت پر بٹھایا۔ مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو صرور و قمرار دے دیا تھا۔ ۴۵ھ ہجری میں مروان نے یزید کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا کسی وجہ سے وہ نئے خاوند سے ناراض ہو گئی اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان تخت پر بیٹھا۔ اور اسی کے زمانے میں مختار نے محمد بن حنفیہ کی حضرت علی کی طرف سے امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے بنی امیہ کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اس نے عہد کیا کہ انشا اللہ بنی امیہ اور ان کے معاندین کا اسی طرح خون بہاؤں گا جس طرح بخت نصر نے یہودیوں کا خون بہا، میں اس نے لوگوں سے کہا کہ میں محمد حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ہوں اور اسے

لئے تم سے بیعت لیتا ہوں۔ یہ سن کر تمام اہل کوفہ نے اس کے ساتھ بیعت کی
 ابراہیم بن مالک اشتر [یاد رہے کہ مالک اشتر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معاونین
 میں سے تھے اور جنگ جمل و صفین میں اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے]
 بھی اپنی کثیر جماعت کے ساتھ مختار سے متفق ہو گیا اور ہزاروں آدمیوں کا عظیم لشکر
 بنا کر مخالفین کو قتل کرنا شروع کر دیا اور امام حسینؑ کے شہید کرنے والوں میں سے کوئی
 نہ بچوڑا۔ اس کے بعد انھوں نے اہل بیت کی دوستی میں اپنی جان بھی نثار کر دی۔
 مختار کا خروج (جہاد) پنجشنبہ (جمعرات) کی رات ماہ ربیع الاول ۴۶ھ شروع ہوا
 ابوالقاسم محمد حنیفہ بن علی اپنے علم و فضل اور فضل و شجاعت کی وجہ سے بہت مشہور
 و معروف تھے۔ چنانچہ ان کے کمالات کتب تاریخ میں مفصل درج ہیں۔ امام حسینؑ کی
 شہادت کے دن سے انھوں نے کسی کام کو ہاتھ نہ لگایا۔ حرمین شریفین کا طواف کیا
 کرتے تھے اور ہمیشہ گوشہ عزلت میں ذکر الہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ عبد الملک
 بن مروان کے زمانے میں ۸۱ھ میں ان کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آپ ۲۱ھ
 میں پیدا ہوئے تھے۔

عبد الملک کے زمانے یعنی ۳۲ھ میں حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن زبیرؑ
 کو مکہ معظمہ میں قتل کیا اور خانہ کعبہ پر گولہ باری کی ۳۲ھ میں عدی بن حاتم طائی نے
 کہ جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور جو جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 کے ہمراہ لڑا تھا مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؑ نے بھی عبد الملک
 کے زمانے میں ۳۸ھ میں اکثر سال کی عمر میں وفات پائی۔ الغرض ان بزرگان کی وفات
 کے بعد سلاطین بنی امیہ بے خوف ہو گئے۔ جس طرح کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کی پہلی ہجرت کے بعد بے خوف تھا۔ پس انھوں نے دست ظلم دراز کیا۔ الغرض
 تمام بنی امیہ بن حضرت امیر معاویہؓ سے مروان بن محمد تک چودہ آدمیوں نے تقریباً ایک
 سو سال حکومت کی۔ اور اہل بیت پر قسم و قسم کے مظالم ڈھاتے رہے۔ اس کے بعد
 مایہ نازدی سے جمہور کے دن ۱۳ ربیع الاول ۳۲ھ کو ابوالعباس عبد اللہ بن محمد بن

علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا اور ابو مسلم خراسانی کی امداد سے جموعہ کے دن تاریخ مذکور کو مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ حضرت امام حسینؑ اور تمام اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کی خاطر بنی عباس نے سیاہ کپڑے پہن لئے، اور سیاہ جھنڈے بلند کر کے بے شمار لشکر جمع کیا اور بنی امیہ کے درپے ہو گئے۔ محمد بن مروان نے جو بنی امیہ کا آخری حکمران تھا ان کے ساتھ جنگ کی لیکن اپنے تمام لشکر اور قبیلہ سمیت مارا گیا۔ اس کی تفصیل تاریخ طبری اور روضۃ الصفا میں موجود ہے۔

حاصل کلام یہ کہ محمد بن مروان کے قتل کے بعد ابو العباس عبداللہ نے حکم عام دے دیا کہ تمام ممالک اور تمام شہروں میں جہاں بنی امیہ اور ان کے معاونین ملیں بلا سوال و جواب انہیں قتل کر دیا جائے۔ پس اس قوم میں سے کوئی فرد زندہ نہ بچا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ بنی امیہ کی تمام قبروں کو کھود کر ان کی ہڈیوں کو جلا دیا جائے تاکہ اس قوم کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے۔ پس انہوں نے حضرت معاویہ امیر اور دیگر لوگوں کی قبروں کو کھودا، ان کی ہڈیوں کو جلا یا اور قبروں کو مسمار کر دیا اور ان کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد بنی عباس سلطنت کے امور میں مشغول ہو گئے اس زمانے میں صوفیائے کرام کو حیرت اور سکوت کے سوا شے اور کسی چیز کے ساتھ سروکار نہ تھا۔ ان معاملات کے باوجود اکثر علمائے امت بنی عباس کی خلافت کے جواز میں متفق ہیں اور تمام خلفائے بنی عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین مانتے ہیں۔ علمائے وقت نے دیگر سلاطین مثل سلطان محمود غزنوی اور سلطان سنجر سلجوقی جو خلفائے بنی عباس کے ہم عصر تھے کے حق میں یہ فتویٰ دیا کہ پہلے خلفائے بنی عباس سے خلافت حاصل کریں اور پھر ان کی نیابت میں حکومت کریں۔ چنانچہ پانچ سو سے زائد عرصہ تک اسلامی ممالک کے تمام حکمران اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ ہلاکو خان سپر چنگیز خان نے بغداد پر حملہ کیا اور ۶۵۶ھ میں خلیفہ بغداد ابو احمد عبداللہ بن مستنصر مستعصر باللہ کو اس کے اہل و عیال سمیت تہ تیغ کر ڈالا اور شہر بغداد اور اس کے نواحی علاقوں کو جلا کر خاک کر ڈالا۔ خلفائے بنی عباس نے جن کی تعداد ستائیس

تھی کل پانچ سو بیس سال چار ماہ حکومت کی۔

ذکر آن دگار نبوت آل پروردہ صفوت آن شیو ادین

امام علی زین العابدین بن امام حسین ابن علی کرم اللہ وجہہ

آپ امہ اہل بیت میں سے چوتھے امام تھے۔ آپ کی والدہ شہر بانو بنت یزید

جرود بن شہر یار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھیں۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر

میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں یزید جرود کی تین لڑکیاں

گرفتار ہوئی تھیں۔ یہ تینوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لے لیں۔ اس وجہ سے کہ یہ

سلاطین عجم کی بیٹیاں ہیں۔ ان کو فروخت کرنا مناسب نہیں رہا۔ انہوں نے ایک کو

اپنے بیٹے امام حسینؑ کو بخشا۔ جن کے بطن میں سے امام زین العابدین پیدا ہوئے

ایک کو حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو دیا جن کے بطن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری

کو عبداللہ بن عمرؓ کو مرحمت کیا۔ جن کے بطن سے سالم پیدا ہوئے۔ پس علی بن حسینؑ

قاسم بن محمد بن ابوبکر اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور

ان تینوں حضرات کی بے شمار اولاد ہوئی۔ امام زین العابدینؑ کی ولادت جمعہ کے دن

پندرہ ماہ جمادی الآخر اور دوسری روایت کے مطابق ماہ شعبان ۳۸ھ میں واقع

ہوئی۔ آپ کا اسم شریف علی تھا اور کنیت ابو محمد اور ابو القاسم تھی۔ آپ کے اقا

زین العابدینؑ، ذکی اور امین ہیں۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے وقت

دو سال کے تھے اور واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ آپ حضرت امام

حسینؑ کی شہادت کے بعد سزا امت پر بیٹھے۔ محمد حنیف بن علی کرم اللہ وجہہ نے

ان کی خلافت کے بارے میں اختلاف کیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے

کہ ہم خانہ کعبہ میں حجر اسود کے نزدیک چلیں اور اس سے پوچھیں کہ امام زماں کون ہے

تاکہ حقیقت حال دونوں پر واضح ہو جائے۔ پس دونوں نے حجر اسود کے پاس جا کر یہی

سوال کیا۔ حجر اسود حرکت میں آیا اور فیصح زبان سے کہنے لگا کہ امامت حسین بن علیؑ کے

بعد علی بن حسینؑ کو پہنچی ہے اور امام زین العابدینؑ ہیں۔ محمد حنیفہ یہ کرامت دیکھ کر امام زین العابدینؑ کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان کی محبت ان کے دل میں قوی ہو گئی۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر زیادہ ہیں کہ جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ تمام امت پر ظاہر ہے کہ علم و عمل نبویؐ کے وارث اور متصرف ولایت مطلق مرتضویؑ آپ ہیں۔ آپ کا وصال منگل کے دن اٹھارہ ماہ محرم ۶۰ھ ولید بن عبد الملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں ہوا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسنؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت چوبیس سال تھی اکثر مورخین کا خیال یہ ہے کہ ولید بن عبد الملک نے اس امام معصوم کو زہری۔ آپ کے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔

ذکر عالم مصطفویؑ و وارث ولایت مرتضویؑ مشیخ اہل بقیع

امام محمد باقرؑ بن امام زین العابدینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ ائمہ اہل بیت میں سے پانچویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت حضرت امام حسنؑ تھیں۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن تین ماہ صفر اور دوسری روایت کے مطابق یکم ماہ رجب ۶۰ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا اسم شریف محمد اور کنیت ابو جعفر اور القاب باقر و شاکر اور ہادی تھے۔ امام حسینؑ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی اور اپنے والد ماجد امام زین العابدینؑ کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھتیس سال تھی کہ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایک دن جنابہ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو۔ جنابہ نے کہا کہ میرے سر پر مرض برص کی وجہ سے سفیدی ہو گئی ہے اس سے میری خاطر ملول رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا بھے دکھاؤ، جنابہ نے سفید داغ دکھایا۔ حضرت امام نے اس نشان پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ اپنے اصلی رنگ میں آگیا اور تمام بال بھی سیاہ ہو گئے۔ آپ کے کمالات اور خوارق

عادات اکثر کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ آپ امام برحق، جانے نشین پیغمبر اور کلید حقائق و معارف تھے۔ سوموار کے دن ساتویں ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ کو ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی عمر ساون سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت انیس سال تھی۔ آپ کا مدفن جنت البقیع میں امام زین العابدین کے مزار کے پاس ہے۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ چھ بیٹے اور ایک دختر تھیں۔ رحمہ اللہ علیہ۔

ذکر اس رعلقہ اہل کمال، آن ام شاہد ذوالجلال

آن طبیب جمع امراض ظاہر باطن امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد صادق

آپ امہ اہل بیت میں سے چھٹے امام تھے۔ آپ شش جہات عالم میں از روئے حقیقت متصرف تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ قرۃ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ہفتہ یا اتوار کے دن سترہ ماہ ربیع الاول ۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک امام جعفر، کنیت ابو عبد اللہ، ابو اسماعیل اور آپ کے القاب صادق، صابر اور فاضل تھے۔ آپ کی عمر اپنے دادا امام زین العابدین کی وفات کے وقت پندرہ سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق بارہ سال تھی۔ آپ کی عمر اپنے والد ماجد امام محمد باقر کے وصال کے وقت چونتیس سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق اکتیس سال تھی کہ آپ مستدامت پر متمکن ہوئے اور دنیا کو زیور ہدایت سے منور فرمایا۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات مشرق سے غرب تک مشہور ہیں۔ وہ کرامات و تصرفات جو آپ کے آباؤ اجداد سے پردے میں تھے آپ سے بلا تکلف ظاہر ہونے لگے اور عجیب و غریب علوم جو راسخاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بسینہ چلے آ رہے تھے آپ نے ظاہر کئے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ علمنا غابراً و مذبوراً و نکث فی القلوب و نقر فی الاسماع وان عندنا الخضر الاحمر والحف الابيض ومصحف فالمة وان عندنا الجامعہ نیہا ما یحتاج الناس

ترجمہ ہمارے علوم ہیں غایر، مذہب اور نکتہ فی القلوب، تقر فی الاسماع، حضرت انور،
 جعفر الابین، مصحف فاطمہ اور جامعہ ہمارے پاس ہیں۔

حبیب السیر میں حضرت امامؑ کے اس کلام کے متعلق یوں لکھا ہے کہ غایر
 وہ علم ہے جس کے مطابق مستقبل کے واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ مذہب وہ علم
 ہے جو گزشتہ واقعات کے متعلق ہوتا ہے۔ نکتہ فی القلوب سے مراد الہام
 ہے۔ تقر فی الاسماع سے مراد کلام ملائکہ ہے کہ جن کی باتیں میں سنا ہوں اور ان
 کی شکلوں کو نہیں دیکھا۔ جعفر انور وہ مقام ہے کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہتھیار ہیں اور اس وقت تک وہاں رہیں گے جب تک امام مہدی علیہ السلام
 کا ظہور نہ ہوگا۔ جعفر ابین بھی ایک عرف ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کی تورات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور
 اور تمام آسمانی کتابیں ہیں۔ اور مصحف فاطمہ ایک کتاب ہے کہ جس میں ہر وہ چیز
 جس کا ظہور ہوتا ہے اور ہر ملک اور اس کے حکمرانوں کے نام تا ظہور قیامت
 درج ہیں، جامعہ ایک کتاب ہے کہ جس کا طول ستر گز ہے یہ کتاب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے اپنے ماتھے سے
 لکھا اور خلقت کے جتنے واقعات تا قیامت سب اس میں درج ہیں اور یہ علوم
 ائمہ اہل بیت کا خاصا ہیں اور دوسرے کسی بشر کو حاصل نہیں۔

ابن جوزی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں حضرت لیث بن سعد سے روایت کرتے
 ہیں کہ میں دلایت بن سعد حج کے موسم میں عصر کی نماز پڑھ کر کوہ ابو القیس پر چڑھ گیا
 وہاں میں نے ایک شخص دیکھا جو کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے یہ کہہ رہا تھا یا رب
 یا اللہ یا حی یا رحیم یا ارحم الراحمین۔ اس نے سات
 مرتبہ یہ کلمات زبان پر دہرائے اور حق تعالیٰ سے پہننے کے لئے کیڑے اور
 کھانے کے لئے کوئی چیز طلب کی، اس کے بجز تازہ انگوروں کا ایک تھا اور

روزی چادریں اس کے سامنے ظاہر ہو گئیں، حالانکہ وہ انگور کا موسم بھی نہ تھا۔ جب منحور نے ارادہ کیا کہ انگور کھائیں، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بھر سے آپ کا شریک ہوں، انھوں نے فرمایا کہ آگے آؤ لیکن جمع نہ کرنا پس میں نے ان کے ساتھ پیٹ بھر کر انگور کھائے اور اس تھال میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ان دو چادروں میں سے جو پسند کرتے ہو لے لو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے ایک چادر کا تہ بند پتایا اور دوسری کو اوٹھ لیا اور وہ دو پرانی چادریں جو ان کے پاس تھیں اٹھا کر روانہ ہو گئے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا راستے میں ایک آدمی بلا، انھوں نے پرانی چادریں اسے دے دیں اور چلے گئے۔ میں نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں، اس نے جواب دیا کہ یہ امام جعفر بن محمد باقر ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ حبیب السیر میں فضل بن عمر سے روایت ہے کہ ایک دن چھٹے امام کسی کوچے میں جا رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت اپنے بال بچوں کے ساتھ بیٹھی رو رہی ہے آپ نے اس سے وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک گائے تھی جس کے دودھ پر میرا اور میرے بال بچوں کا گزارہ تھا۔ اب وہ گائے مر گئی ہے اب حیران ہوں کہ کیا کروں۔ حضرت امام نے دعا کی، اپنا پاؤں گائے پر مارا، اور آواز دی۔ گائے فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور چلنے لگی۔ علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق کے ساتھ ایک خشک کھجور کے پاس کھڑا تھا۔ حضرت امام نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے دو لبوں کو حرکت دی۔ فوراً وہ کھجور ہری ہو گئی اور پھل ظاہر ہوئے۔ پس ہم نے ان کے ساتھ تازہ کھجور کھائے ان میں ایسی لذت تھی کہ ایسی کھجور کبھی نہ کھائی تھی۔ وہاں ایک اعرابی (دیہاتی) بھی موجود تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں نے اس قسم کا جادو کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ہم جادو نہیں جانتے ہم دعا

کرتے ہیں اور حق تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تجھے مسخ کر دے اور کتابنا دے۔ وہ ایک جاہل آدمی تھا اس نے کہا اچھا دعا کرو۔ امام صاحب نے دعا کی تو وہ آدمی فوراً کتابیں گیا اور گھر کی طرف گیا۔ گھر کے لوگوں نے اسے مار کر گھر سے بھاگا دیا۔ اس کے بعد وہ کتا امام صاحب کے سامنے آیا مٹی پر لیٹنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے دعا کی اور وہ اپنی اصلی صورت میں آگیا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے امام جعفر صادق کے غلاموں سے ایک کو قتل کر ڈالا اور اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ امام صاحب نے وہاں جا کر اپنی چادر کو زمیں پر گھیٹتے ہوئے فرمایا کہ تم نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے واللہ تمہارے سے بد دعا کروں گا۔ اس نے کہا آپ مجھے اپنی دعا سے ڈراتے ہیں۔ آپ نے اسے بد دعا کی، ایک ساعت بھی نہ گزرا تھا کہ کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے حضرت ام صاحب کے پاس آکر عرض کیا آپ مجھے حق تعالیٰ کا دیدار کرا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قدر کمال کے باوجود جواب لیں ترن سنا، تو کس طرح خدا کو دیکھ سکے گا۔ اس نے کہا کہ یہ کلمہ (لین ترانی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے صادر ہوا ہے میرے لئے حجت نہیں ہے کیوں کہ میں نسبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوں۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا، اچھا دریا کے اندر آ اور صادق صادق کہتا رہ۔ پانی جوں جوں اسے نیچے دباتا تھا وہ صادق صادق کہتا جاتا تھا۔ جب غرق ہونے کے قریب پہنچا تو تنگ آ کر یا اللہ کہنے لگا۔ اللہ کہتے ہی اس کے دل کی کھڑکی کھلی گئی۔ اور اسے مطلوب کا مشاہدہ ہو گیا اور غرق ہونے سے بھی بچ گیا اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا جب تم صادق صادق کہہ رہے تھے کاذب تھے جس وقت تم نے اللہ کا نام لیا اور اس سے پناہ طلب کی صادق ہو گئے۔ آپ کے کلمات

اس قدر ہیں کہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ نے سوموار کے دن پندرہ ماہ رجب ۱۲۸ھ
 ابو جعفر المنصور کے عہد میں رحلت فرمائی۔ اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ خلیفہ ابو جعفر
 المنصور نے آپ کو زہر دی تھی۔ آپ کی عمر اڑسٹھ سال اور دوسری روایت کے مطابق
 پینسٹھ سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت چونتیس سال تھی۔ آپ کے چھ لڑکے اور
 ایک لڑکی تھی، لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کے سات لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں
 سب سے بڑے لڑکے کا نام اسماعیل تھا اور امام صاحب کو بہت پیارا تھا۔ لوگوں
 کا خیال تھا امامت اسے ملے گی۔ لیکن امام صاحب کی زندگی میں اسماعیل کا انتقال
 ہو گیا۔ لہذا امامت حضرت کاظم کو ملی۔

ذکر اس ہمہ وقت پیشوائے اہل بصیرت اس معشوقِ حضرتِ حق معنی و صورت
 متاعشن بر جمع امم لازم، امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کاظم رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے ساتویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حمیدہ
 تھا۔ آپ کی ولادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ میں منزل ابوالہ
 جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے پر ہوئی۔ آپ کا اسم شریف موسیٰ، کنیت ابوالحسن
 ابو ابراہیم اور ابو علی تھی، کمالِ حلم اور عفو دبانے کی وجہ سے آپ کا لقب کاظم ہو
 گیا تھا۔ آپ کو صابر، صالح اور امین بھی کہا کرتے تھے۔ آپ کی عمر اپنے والد ماجد
 کی وفات کے وقت بیس سال تھی کہ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے کمالات
 صوارق عادات بہت ہیں۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایک دن ایک آدمی آپ
 کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پرندوں کی سی بولی میں آپ سے باتیں کرنے لگا اس
 قسم کا کلام پہلے کسی نے نہ سنا تھا۔ امام صاحب بھی اسی زبان میں اس کو جواب دیتے
 رہے۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کون سی زبان ہے۔ فرمایا یہ چنوں
 کے ایک فرقے کی زبان ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ امام وقت کو تمام مخلوقات کی

زبان سکھادیتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے وعلو آدمی الاسماء
 کلہا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم
 عطا فرمایا) حضرت خواجہ شفیق بلخی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ
 میں حجاز کے سفر کے دوران میں قادسیہ پہنچا۔ میں نے ایک پست قد اور گندی رنگ
 والا آدمی دیکھا کہ جو شہینہ اوڑھے ہوئے تھا۔ وہ مصلے کا ندھے پر رکھے ہوئے
 اور جوتا پہنے ہوئے تنہائی کے گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا،
 کہ یہ جو ان صوفیا کرام میں سے معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ میں چاہتا تھا، پس میں اس کے
 نزدیک گیا۔ ابھی منہ سے کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ اس نے میرا نام لیا اور جو مقصد کہ
 میرے دل میں تھا بغیر سوال کئے انھوں نے ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا
 اور چل دیا۔ دوسری منزل پر میں نے دیکھا کہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے جسم پر لڑھکھٹا
 اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں پاس کھڑا ہو گیا کہ نماز سے فارغ ہو جائے
 نماز سے فارغ ہو کر اس نے میرے دل کی بات پھر بتائی اور چل دیا۔ دوسری منزل
 پر میں نے دیکھا کہ ایک کنویں پر کھڑا ہے اور کوزہ ہاتھ میں لئے پانی طلب کر رہا ہے
 جب میں نے کنویں کے پانی کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ پانی اوپر آ گیا ہے۔ اس نے ہاتھ
 بڑھا کر کوزہ بھر لیا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ ایک ریت
 کے ٹیلے کی طرف گیا اور کوزے میں ریت بھر کر اس کو ہلاتا جاتا تھا اور کھاتا جاتا تھا
 میں نے قریب جا کر سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی حق تعالیٰ
 کی عطا کردہ نعمت سے کچھ عنایت فرمائیے۔ انھوں نے فرمایا اسے شفیق حق تعالیٰ
 کی ظاہری اور باطنی نعمت ہمیں ہمیشہ ملتی ہے۔ تم کو چاہیے کہ اس رزاق مطلق کے
 متعلق نیک ظن رکھو۔ پھر کوزہ مجھے دے کر فرمایا کہ کھاؤ، جب میں نے کھایا تو شہد
 اور شکر مہتی اور اس میں اس قدر لذت اور شیرینی تھی کہ واللہ اس سے خوشتر
 کبھی نہ کھائی تھی۔ پس میں سیر ہو گیا اور چند دنوں تک مجھے کھانے کی قطعاً ضرورت
 پیش نہ آئی۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کو کبھی نہ دیکھا۔ بجز اس کے کہ ایک دن مکہ معظمہ

میں، میں نے ان کو دیکھا کہ ادھی رات کے وقت نماز میں مشغول تھے صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ صبح ہوتے ہی مکہ اور اطراف کے لوگ مکھیوں کی طرح ان پر گرنے لگے، میں نے حیران ہو کر کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ امام موسیٰ بن امام جعفر صادق ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عجیب و غریب باتیں جو میں دیکھتا آیا ہوں ان سے بعید نہیں۔ آپ کے کلمات حقائق اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ آپ نے پچیس ماہ رجب ۸۳ھ کو خلیفہ ہارون الرشید کے عہد حکومت میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ کی امامت کی مدت پتیس سال تھی۔ اکثر اباب تاریخ اور سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ ہارون الرشید کے حکم کے مطابق مسندی بن شاہک یا یحییٰ بن خالد برمکی نے امام بے گناہ کو زہری۔ آپ کا دفن بغداد میں ہے۔ آپ کے اکیس بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے بیس لڑکے سترہ لڑکیاں تھیں۔ رحمہ اللہ علیہ

ذکر آن قبذہ جمع اہل اسلام آن متکلم بکلام الہام

آن واقف اسرار قدر و قضا امام ابو الحسن علی بن موسیٰ رضا

آپ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام بنت یحکم تھا۔ شواہد التبیوت میں لکھا ہے کہ وہ ان کی دادی حمیدہ کی کنیز تھی، اور امام موسیٰ رضا کی والدہ نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنیز اپنے بیٹے موسیٰ کو بخش دے کہ اس کے لطن سے ایک ایسا جوان پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین ہوگا۔ پس اس نے کہا کہ جب علی رضا میرے پیٹ میں آئے تو نیند میں میں تسبیح اور تہلیل کی آواز سنتی تھی۔ آپ کی ولادت جموعہ کے دن گیارہ ماہ ذوالحجہ ۱۷۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی، دوسری روایت کے مطابق آپ کی ولادت ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک

علی تھا کنیت ابوالحسن اور ابو محمد اور القاب رضا، مرتضیٰ، ضامن و صابر وغیرہ
تھے آپ کی عمر اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت تینتیس سال تھی کہ آپ مسند
امامت پر بیٹھے۔ آپ سے اس قدر کلمات حقائق اور صوارق عادات ظہور میں آئے
کہ اہل بیت میں سے کسی سے ظاہر نہ ہوئے۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ اہل
نجاج کے صالحین میں سے ایک بزرگ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھا کہ مسجد نجاج میں جہاں حاجی لوگ منزل کر رہے آپ تشریف فرما ہیں
اور کھجوروں کا ایک تھال آپ کے سامنے پڑا ہے، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک
سے سترہ کھجور کے دانے اٹھا کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر
یوں کی کہ سترہ سال اور زندہ رہوں گا۔ اس کے بیس دن بعد میں نے سنا کہ امام
علی رضا اس مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میں فوراً وہاں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ
اسی جگہ بیٹھے ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھا
تھا اور کھجوروں کا تھال بھی اسی طرح ان کے سامنے پڑا ہے۔ میں نے سلام عرض
کیا۔ آپ نے جواب دیا اور مجھے اپنے پاس طلب فرما کر سترہ کھجور مجھے عنایت
فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا ابن رسول! میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں۔ انھوں
نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ دیتے تو ہم بھی دیتے
شواہد النبوت میں یہ بھی مروی ہے کہ ایک دن امام نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ
جو کچھ وصیت کرنی ہے کر لے اور اس چیز کے لئے تیار ہو جا جس سے گریز
نہیں۔ تین دن کے بعد وہ شخص مر گیا۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو اسحاق
سندی حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سند کی زبان میں آپ پر سلام کہا
آپ نے بھی اسی زبان میں جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے امام صاحب سے
سندی میں سوال کئے اور اسی زبان میں جواب حاصل کئے۔ جاتے وقت اس
نے عرض کیا کہ میں عربی نہیں جانتا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عربی زبان کو مجھ پر آسان
کر دے۔ آپ نے اپنے دست مبارک اس کے لبوں پر ملے۔ فوراً عربی زبان

بولنے لگا۔ ابو جلت ہروی کہتے ہیں کہ جس ملک سے کوئی شخص آپ کے پاس آتا
 تھا، آپ اس کی زبان میں اس سے بات کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ صبح
 زبان استعمال کرتے تھے۔ آپ کی نظر کھائے اثر سے نابینے بینائی حاصل کر لیتے
 تھے۔ اور برص جیسی امراض ایک لمحہ میں دور ہو جاتی تھیں۔ جب آپ کے کمالات
 اور کرامات مشہور ہوئے اور خلیفہ مامون الرشید تک پہنچے تو اسے یقین ہو گیا
 کہ خلافت کے مستحق حضرت امام ہیں، چنانچہ اس نے حضرت امام سے عرض
 کیا کہ میرے بعد آپ خلیفہ وقت ہوں گے، لیکن آپ راضی نہ ہوئے اور فرمایا
 کہ ہمیں خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ بہر حال کافی گفتگو شنید کے بعد خلیفہ نے آپ
 کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمارا علم جبر
 اور جامع دہ بھی جبر کی طرح ایک علم ہے جس سے مستقبل کا علم ہو جاتا ہے
 ہمیں کوئی خبر نہیں دے رہا، آخر یہی ہوا، تمام عباسی لوگوں نے خلیفہ مامون الرشید
 کے پاس جمع ہو کر عرضداشت کی کہ خلافت کو اپنے خاندان سے منتقل کرنا مناسب
 نہیں، رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مامون رشید امام معصوم کی ہلاکت کے
 درپے ہو گیا اور انھیں زہر دے دی، چنانچہ شواہد النبوت اور دوسری معتبر کتابوں
 میں یہ واقعہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ حضرت علاء الدین سمنانی مع چہل مجالس میں
 فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب مامون رشید کی دعوت پر باغ میں تشریف لے
 گئے۔ اس نے چند زہر آلود انگور آپ کو کھلائے۔ آپ جانتے تھے کہ یہ انگور
 زہر آلود ہیں اور کھاتے ہی فوت ہو جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے محمد
 تقی کو جو ہفت سالہ تھے اور بغداد میں مقیم تھے زور کرامت سے ایک ساعت
 میں بغداد سے طوس منتقل کر دیا۔ اور وصیت کی کہ فلاں جگہ مٹی کھودنا وہاں ایک
 پتھر ملے گا جس پر کچھ لکھا ہوا ہوگا۔ مجھے اس پتھر کے نیچے دفن کر دینا۔ اس کے
 بعد فرمایا کہ فلاں باغ کے فلاں درخت کے نیچے ہم نے تمہارے لئے امانت
 رکھی ہے۔ وہ امانت کتاب جبر و جامع ہے۔ جامع وہ کتاب ہے جو امیر المؤمنین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھی ہے اور غیب کے مجید اس میں درج کئے ہیں۔ اور امام وقت کے علاوہ ان مجیدوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ امام وقت کے لئے ضروری نہیں کہ ہر وقت ظاہر رہے لیکن وہ کتاب اس وقت تک جو قوف رہتی جب تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے کوئی امامت کے درجہ کو نہ پہنچے۔ اور امام حسین کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ یعنی حضرت امام حسین کی اولاد میں سے ہوتا ہے اور اس وقت وہ کتاب مع چند دوسرے اجزاء کے جو انبیاء علیہم السلام سے ودیعت ہیں پنہاں دھپی ہوئی ہے اس وقت تک کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور ان کو یہ کتاب ملے گی۔ شیخ علاؤالدولہ کا کلام ختم ہوا۔ حضرت امام کے کمالات و کرامات اظہر من الشمس لیکن اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کی وفات آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ رسا بادطوس (جو آج کل مشہد کے نام سے مشہور ہے) میں ہوئی۔ حبیب السیر میں امام کی وفات کے متعلق دو قول نقل کرتے ہیں ایک ماہ رمضان سن مذکور اور دوسرے سن ۲۰۸ھ امام علی رضا کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی، دوسرے قول کے مطابق چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سوائے امام محمد تقی کے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

ذکر آن کعب مقصود ارباب ہدایت، امام ولایت جانشین مصطفیٰ و مرتضیٰ
امام ابو جعفر محمد بن علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ امراہل بیت میں سے نانویں امام تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ریحانہ یا سکینہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت جمعہ کی شب پندرہویں یا سترہویں ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ آپ کنیت اور نام میں حضرت امام محمد باقر سے مشاہدت رکھتے تھے اس لئے آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کے القاب تقی، جواد اور قانع ہیں۔ آپ کی

عمر اپنے والد کی وفات کے وقت سات سال اور چند ماہ تھی کہ مسند خلافت پر بیٹھے حدیث من سعد سعد فی بطن اقمہ (جو سعید ہوا وہ سعید ہوا اپنی ماں کے پیٹ میں) آپ کے حق میں صادق آتی ہے۔ آپ کے کمالات اور کرامات بہت ہیں۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ امام تقی نے صغیر سنی میں علم و ادب و فضل اور ظاہر و باطنی کمالات میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ جس کی اس زمانے میں مثال نہ تھی اسی وجہ سے مامون رشید خلیفہ وقت امام کا شیدا ہو گیا اور اس نے اپنی لڑکی کا عقد ان سے کر کے ان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ ہر سال ہزاروں دینار ان کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا۔ جب آپ کو فریپہچے، آخری دن مسجد میں قیام کیا۔ اس مسجد میں ایک درخت تھا جو ابھی بارور نہ ہوا تھا۔ آپ نے پانی کا کوزہ منگوا کر اس درخت کی جڑ میں وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ ایک ساعت میں اس درخت کے پھل نمودار ہو جو نہایت ترقوازہ، شیرین اور بے دانہ تھا۔ لوگ اس کے پھل تبرکاً لے جاتے تھے اور کھاتے تھے۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ شام کے لوگ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑ کر لے آئے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، آپ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ملک شام کا رہنے والا ہوں، میں اس مسجد میں مشغول بہ عبادت تھا جس میں بنی امیہ نے حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک لٹکا دیا تھا۔ ایک رات میں قبلہ رو بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ اچانک میرے سامنے ظاہر ہوئے، اور انہوں نے مجھ سے کہا: اٹھو۔ میں اٹھ کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ چند قدم چلا تھا کہ اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ میں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی، وہاں سے روانہ ہوئے تو چند قدم چلنے کے بعد ہم مدینہ منورہ میں روزنہ رسول اللہ صلعم پر پہنچ گئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کی، وہاں سے بھی روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور ان کے ساتھ طواف کیا۔ وہاں سے باہر اگر وہ میری نظروں سے فائب ہو گئے۔ اور پھر میں نے اپنے آپ کو اسی شام کی مسجد میں پایا اور حیران رہ گیا، دوسرے دن پھر وہ بزرگ تشریف لائے اور اسی طرح تمام مقامات

کی سیر کے بعد انھوں نے مجھے واپس اسی مسجد میں پہنچا دیا۔ میں نے ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ کون صاحب ہیں۔ فرمایا، میں محمد بن علی بن موسیٰ کاظم ہوں۔ جب صبح ہوئی میں نے یہ قصہ اپنے دوستوں کے سامنے بیان کیا۔ آخر یہ بات حاکم شام تک پہنچ گئی۔ اور مجھے مشتبه سمجھ کر انھوں نے مجھے قید میں ڈال دیا ہے اور یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ چنانچہ چند اہل دانش حضرات نے حقیقت حال سے واقف ہو کر واپس شام سے درخواست کی کہ یہ آدمی بگینا ہے اسے رہا کر دینا چاہیے۔ اس نے جواب دیا کہ جو بزرگ اسے ایک رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ اور مکہ سے واپس شام پہنچا سکتا ہے وہ اسے قید سے کیوں نہیں چھڑا سکتا۔ حق تعالیٰ نے فورا امام محمد تقی کی توسعہ سے اسے خلاصی دی۔ اس کے ہاتھوں سے لوہے کے زنجیر ٹوٹ کر گر پڑے اور پہرہ داروں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت امام کی اس قسم کی کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں درج نہیں ہو سکتیں۔ آپ کا وصال منگل کے دن چھ ماہ ذالحجہ ۲۲۰ھ کو خلیفہ معتمد باللہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ آپ کی عمر پچیس سال اور مدت امامت سترہ سال تھی۔ بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ خلیفہ معتمد باللہ نے امام معصوم کو زہر دیا۔ آپ کا مدفن بغداد میں مقبرہ بنی ہاشم کے اندر اپنے دادا امام موسیٰ کاظم کے قریب ہے۔ آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی، لیکن حبیب السیر کے مطابق آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر آن کاشف اسرار لاقتابہ، آل تسلیم کرہ بعلم الہی محبوب ترین اولاد
احمدی، امام ابو الحسن علی نقی ابن محمد تقی رضی اللہ عنہ
آپ امہ اہل بیت میں سے دسویں امام ہیں آپ کی والدہ ماجدہ ام فضل بنت
خلیفہ ماموں تھیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں پندرہ ماہ ذالحجہ ۲۱۴ھ کو ہوئی۔
ایک اور روایت کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۲۱۴ھ ہے۔ آپ کا

اسم مبارک اور کنیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام علی رضا سے مشابہ سے ہی وجہ سے آپ کو امام ابو الحسن ثانی کہتے ہیں۔ آپ کے القاب نفی، ہادی، عسکری، ناصح، متوکل، فتاح اور مرتضیٰ ہیں۔ امام ابو الحسن علی نقی کی عمر اپنے والد بزرگوار کی وفات کے وقت چھ سال تھی کہ آپ مسند امامت پر بیٹھے۔ آپ سے اس قدر کرامات صادر ہوئے کہ دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ وہ علوم لامتناہی جو خانوادہ اہلبیت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہنچے تھے، امام وقت کو مسند امامت پر بیٹھے ہی اپنے والد بزرگوار کی طرف سے منکشف ہو جاتے تھے حدیث پاک الاثنتہ من بعدی اثنی عشرہ۔ (میرے بعد بارہ امام ہوں گے) کے مطابق بارہ پشت تک یہ سنت جاری رہی، حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایام صغیر سنی میں امام نقیؑ سے قسم و قسم کے کرامات ظاہر ہونے لگے تو تمام خلعت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس سے خلیفہ بغداد متوکل عباسی کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ امام نقی کو مدینہ سے عراق بدر کیا جائے اور سرمن راستے میں کہ جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے رکھا جائے۔ جب حضرت امام اس وحشت کبرہ میں پہنچے تو ان کے ایک محب نے کہ جس کا نام صالح ابن سعید تھا امام صاحب سے عرض کیا کہ اے ابن رسول صلعم، یہ لوگ تمام امور میں آپ کے خاندان کو حقیر جانتے ہیں اور اس ویران منزل میں جگہ دی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ابن سعید تو ابھی اس مقام میں ہے (یعنی عالم اسباب میں پھنسا ہوا ہے) آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اس ابن سعید نے دیکھا کہ فوراً اس مقام پر ہرے بھرے باغ، بہتی ہوئی نہریں اور بلند محل پیدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا اے ابن سعید ہم جہاں جائیں، یہ سب چیزیں ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے لئے یہ کوئی ویران اور وحشت بھری منزل نہیں ہے۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیوی حاملہ ہے دعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام محمد رکھنا۔

چند دنوں کے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے محمد رکھا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام صاحب کی خدمت میں آکر نسکایت کی کہ کوفہ کا قاضی مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تین دن اور صبر کر۔ تین دن کے بعد وہ قاضی ملازمت سے معزول ہو گیا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک بازیگر مندوستان سے بغداد آیا اور خلیفہ متوکل کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ایک دن متوکل نے اس سے کہا اگر تو ایسا شعبہ دکھائے کہ جس سے امام علی بن محمد تقی شرمندہ ہو جائیں تو ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ جب امام تقی متوکل کی مجلس میں تشریف لے گئے، وہ بازیگر آیا اور امام صاحب کے پہلو میں بیٹھ کر بازی گری کرنے لگا۔ حضرت امام نے جس قدر بے توجہی فرمائی وہ باز نہ آیا۔ مجلس کے لوگوں نے بھی ہنسنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر امام صاحب کو غصہ آیا۔ اس مجلس میں ایک تصویر کدہ تھا جس پر شیر کی تصویر کھینچی ہوئی تھی۔ امام صاحب نے شیر کی تصویر کو حکم دیا کہ اس بازیگر کو پکڑ لو۔ چنانچہ وہ تصویر شیر مجسم بن گئی اور شیر نے بازیگر پر ایک جست لگائی اور پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ متوکل نے عرض کیا کہ مہربانی فرما کر اس کی جان بچالیں۔ لیکن امام صاحب نہ مانے، شیر اس کو جان سے مار کر باہر چلا گیا۔ اس کے بعد کسی نے اسے نہ دیکھا۔ آپ کا وصال سوموار کے دن ۱۵ مارچ ۳۲۰ھ میں خلیفہ مستنصر بن متوکل کے آخری ماہ جمادی الثانی یا ماہ رجب کی دو تاریخ کو ۳۲۰ھ میں خلیفہ مستنصر بن متوکل کے عہد حکومت میں ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ خلیفہ مستنصر نے امام معصوم کو زہر دیکر ہلاک کیا اور سامرہ میں دفن کرایا۔ آپ کی عمر چالیس سال اور مدت امامت تینتیس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر آن گنجینہ علم و حکمت آل نور مجسم بے ظلمت

آل بالاتفاق مجتہد، ولی اور امام ابو محمد حسین بن علی رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

سوسن تھا۔ آپ کی ولادت سوموار کے دن دس ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۳۳۵ھ اور ایک روایت کے مطابق ۳۳۲ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ گیارہویں امام کے نام اور کنیت کی مشابہت حضرت امام حسن بن علیؑ کے ساتھ تھی، آپ کے القاب ذکی، عسکری، خالص اور سراج ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے وقت تیس سال کے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ جب اپنے والد کی مسند پر بیٹھے۔ آپ کے کمالات و کرامات کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے شواہد النبوت میں محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ میرے والد نے کہا ادا امام محمد عسکریؑ کی خدمت میں چلیں۔ اگر آپ پانچ سو درہم ہمیں دے دیں تو ہمارا کام بن جائے گا جب ہم امام عسکری کے دروازہ پر پہنچے، قبل اس کے کہ ہم کسی سے بات کرتے ان کے غلام نے باہر آکر کہا کہ علی بن ابراہیم دآنے والے کا نام ہے، اور اس کا لڑکا محمد اند آجائیں۔ جب ہم اندر گئے تو ہم نے سلام کیا، امام صاحب نے فرمایا، اے علی تجھے کس چیز نے روک رکھا تھا کہ آج تک ہمارے پاس نہیں آئے۔ میرے باپ نے عرض کیا اے میرے آقا! مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ جب ہم ان سے رخصت ہوئے تو حضرت امام کے غلام نے باہر آکر میرے والد کے ہاتھ میں پانچ سو درہم کا ایک تھیلا دیا اور میرے ہاتھ میں تین سو درہم کا تھیلا دیا۔ اس نے کہا کہ اس رقم سے اپنا سامان خریدو لیکن کوہستان کی طرف نہ جاؤ بلکہ فلاں جگہ جاؤ کیونکہ وہاں تمہیں کافی نفع ہوگا۔ پس جس جگہ کا انھوں نے اشارہ فرمایا تھا ہم وہاں گئے، وہاں میری شادی ہو گئی اور مجھے ایک ہزار دینار بھی ملے۔

شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام کی خدمت میں آکر اپنی مفلسی کی شکایت کی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چابک تھا جس سے آپ نے زمین کھودی۔ وہاں سے پانچ سو دینار برآمد ہوئے۔ آپ نے وہ رقم اس

آدمی کو دے دی۔ حق تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں حضرت امام کے ہاتھ میں
 دے رکھی تھیں جو چاہتے تھے بلا تکلیف تصرف فرماتے تھے۔ یہ بھی شواہد النبوت
 میں لکھا ہے کہ ایک شخص خلیفہ کے قید خانے میں مقید تھا۔ اس نے اپنی بے کسی
 اور قید کی گرانہی کا حال حضرت امام کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا۔ وہ یہ بھی
 چاہتا تھا کہ حضرت امام سے اپنی تنگ دستی دور کرنے کے لئے کچھ طلب کرے
 لیکن شرم کے مارے خط میں یہ بات نہ لکھ سکا۔ جب وہ خط حضرت امام کی
 خدمت میں پہنچا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آج ظہر کی نماز کے وقت تم اپنے گھر
 میں پہنچ جاؤ گے۔ پس اسی روز اسے قید خانے سے خلاصی ملی اور ظہر کے
 وقت گھر پہنچ گیا۔ نیز حضرت امام نے اس کے دل کے خیال سے آگاہ ہو کر اس
 کے پاس ایک سو دینار بھی خرچ کرنے کے لئے ارسال فرمادیئے۔ آپ نے اسے
 ایک خط بھی لکھا جس میں آپ نے فرمایا کہ تمہیں آئندہ جو ضرورت ہو مجھ سے
 طلب کر لیا کرو۔ اور شرم نہ کرنا۔ کیونکہ جو کچھ مانگو گے تمہیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور
 مل جائے گا۔ آپ کے کمالات اس قدر ہیں کہ دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کا
 وصال جمعہ کے دن آٹھویں ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۶ھ کو خلیفہ معتد کے
 عہد حکومت میں ہوا۔ تاریخ طبری میں یوں لکھا ہے کہ خلیفہ معتد نے آپ کو زہر
 دی اور آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس بہت عام ساموہ دفن کیا۔ آپ کی عمر
 انتیس سال اور دوسری روایت کے مطابق اٹھائیس سال تھی۔ آپ کی امامت
 کی مدت سات سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق چھ سال تھی۔ کیا رہویں امام
 کا ایک لڑکا تھا جو امام محمد مہدی ہوں گے۔ رحمہ اللہ علیہ۔

ذکر آں آفتاب دین دولت آں بادی بیع انم و ملت
 آں قائم مقام پال احمدی امام برحق ابو القاسم محمد بن حسین مہدی رضی اللہ
 آپ ائمہ اہل بیت میں سے بارہویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ: بندہ کا اسم گرامی

ترجمہ (نرس) تھا، آپ کی ولادت جمعہ کی شب پندرہویں ماہ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی۔ شواہد النبوت کی روایت کے مطابق تیس ماہ رمضان ۲۵۸ھ بمقام سمر واقع ہوئی۔ بارہویں امام اسم شریف اور کنیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے، آپ کے القاب مہدی، حجت، قائم المشطر، صاحب زمان، خاتم، اثنی عشرت تھے۔ آپ کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھی کہ مسند امامت پر بیٹھے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو لڑکپن میں حکمت و کرامت عطا فرمائی تھی، اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کو بچپن میں پیغمبری جیسا بلند مرتبہ مرحمت فرمایا تھا، اسی طرح حضرت امام کو صغیر سنی میں امام بنایا۔ آپ کے کمالات اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ ملا عبد الرحمن جامی شواہد النبوت میں حضرت امام علی نقی کی ہمشیرہ حلیمہؑ سے جو حضرت امام عسکری کے پاس رہتی تھیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن عسکری نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی آج رات ہمارے گھر میں رہیں۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں نئی مخلوق عنایت فرمائیں گے۔ میں نے کہا بیٹے انہی مخلوق کہاں سے آئے گی، ترجمہ میں تو کوئی علامت حمل ہی نہیں ہے۔ اس نے کہا اے پھوپھی! ترجمہ کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی سی ہے کہ ان کا حمل بھی ولادت سے پہلے ظاہر نہ ہوا تھا، پس میں نے وہ رات وہاں گزار لی۔ رات کو میں اٹھی اور نماز تہجد ادا کی۔ ترجمہ نے بھی نماز تہجد ادا کی میں نے کہا صبح ہونے والی ہے جو کچھ حسن عسکری نے کہا تھا ظاہر نہ ہوا۔ حسن نے اپنی جگہ سے آواز دی کہ پھوپھی! جلدی مت کرو اور ترجمہ کے کمرے میں رہو۔ جب میں وہاں گئی تو ترجمہ میرے سامنے آئی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اور قل ہو اللہ احد، انا انزلنا اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کیا۔ جو کچھ میں نے پڑھا ترجمہ کے پیٹ سے بھی وہی پڑھنے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سا لاکھ روشن ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ بچہ زمین پر پڑا ہے اور

سجدہ کر رہا ہے۔ میں نے اسے اٹھا لیا، حسن عسکری نے اپنے کمرے سے آواز دی کہ چھو بھی بچے کو میرے پاس لائیں۔ میں بچے کو ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے اسے اپنی گود میں لیا، اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی۔ اور کہا اے میرے فرزند! اللہ کے حکم سے بات کرو، یہ سنتے ہی بچے نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دو تین آیات قرآن مجید سے پڑھیں۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے دوزانو تھے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**۔ یہ بھی شواہد النبوت میں حلیمہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ سبز رنگ کے پرندے نیچے اتر رہے ہیں۔ میں نے امام حسن عسکریؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائک ہیں، پس امام حسن عسکری نے کہا کہ بچے کو اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ جب میں اسے ماں کے پاس لے گئی تو وہاں دیکھا کہ ان کی ناف کٹی ہوئی تھی اور خندہ ہوا، ہوا تھا۔ اور ان کے دائیں بازو پر یہ لکھا تھا **جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا**۔

[حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگنے والا ہے] شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک آدمی نے امام ابو محمد عسکری کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اے ابن رسول! آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ آپ نے اپنے گھڑ میں تشریف لے گئے اور اپنے لڑکے کو کندھے پر اٹھا کر لے لائے۔ بچے کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اس وقت اس کی عمر تین سال تھی۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے فلاں! اگر تو حق تعالیٰ کے نزدیک گرامی نہ ہوتا تو میں اپنا بیٹا تم کو نہ دکھاتا اس کا نام اور کنیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور کنیت سے مشابہ ہے پس دنیا میں یہ عدل گسٹری کرے گا۔ اس وقت جب کہ جور و ظلم کا دور دورہ ہوگا۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ معتد نے دو آدمی سامرو کی طرف بھیجے، یہ کہہ کر کہ امام حسن عسکری فوت ہو گئے ہیں جلدی وہاں جاؤ اس

کے گھروں میں جاؤ جو کوئی وہاں ملے اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے لے آؤ پس
 وہ دونوں ان کے گھریں داخل ہوئے۔ درمیان میں ایک پردہ اٹھا تھا۔
 انہوں نے پردہ اٹھایا۔ پردے کے پیچھے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دریا بہہ
 رہا ہے اور اس دریا کی سطح پر مصلی بچھائے ایک نہایت خوبصورت جوان کھڑا
 نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دونوں اس کے پاس گئے لیکن اس نے ان کی طرف کوئی
 توجہ نہ کی۔ ان میں سے ایک آدمی نے یہ جسارت کی کہ ان کے قریب جا کر
 دیکھے، جو نہی وہ آگے بڑھا دریا میں ڈوبنے لگا۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر
 اس کو باہر نکال لیا۔ یہ دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور ان سے معذرت کرنے
 لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ گستاخی نہیں کی، غرضیکہ ان لوگوں نے جس قدر
 اظہار عجز کیا انہوں نے ذرا بھر توجہ نہ کی۔ اس کے بعد وہ دونوں واپس خلیفہ معتمد
 کے پاس گئے اور جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ معتمد بھی بہت حیرت زدہ ہوا اور اس
 نے حکم دیا کہ یہ واقعہ کسی سے نہ کہنا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ اس امر پر تمام علماء
 عالی مقام کا اتفاق ہے اور امت محمدیہ کے تمام فرقے اس پر متفق ہیں کہ امام مہدی
 علیہ السلام کا ظہور ضرور ہوگا اور اس امام عالی مقام کے حسن و اہتمام اور اجتہاد
 سے اور اس کے عدل و انصاف سے ساری دنیا جگمگا اٹھے گی لیکن اختلاف
 اس بات میں ہے کہ مہدی موعود [یعنی وہ امام مہدی جس کے آنے کا وعدہ
 کیا گیا ہے] امام محمد بن حسن عسکری ہوں گے یا بنی فاطمہ میں سے کوئی اور
 ہوں گے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت کا قائم مقام ایک
 ایسا شخص ہوگا جو اولاد فاطمہ میں سے آخری زمانے میں پیدا ہوگا۔ اہل سنت و
 جماعت امام محمد بن عسکری کو امام مہدی قرار نہیں دیتے چنانچہ شیخ رکن الدین
 علاء الدولہ سمنانی اپنی کتاب عروہ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد بن حسن عسکری جب
 لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے تو ابدال میں داخل ہو گئے۔ اس مرتبہ
 سے ترقی کر کے قطب اعلیٰ کے مرتبہ پر پہنچ گئے۔ اسی مرتبہ میں وفات پائی

اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ لیکن فرقہ امامیہ اثنی عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدی وہی امام محمد بن حسن عسکری ہوں گے۔ وہ سامرہ میں روپوش ہو گئے اور جب مشیت ایزدی ہوگی وہ ظاہر ہوں گے۔ فرقہ امامیہ اس امام کو امام غیب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک غیبت قصری یعنی قلیل مدت کے لئے غائب ہونا جو امام حسن عسکری کی وفات سے انقطاع سفارت تک ہے اور دوسری غیبت طویلی یعنی طویل مدت کے لئے غائب ہونا جو انقطاع سفارت سے لے کر اس وقت تک ہے جب وہ حق تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ غیبت قصری کے دوران میں آپ صغیر سن تھے اور کوئی نہ کوئی صغیر شخص یکے بعد دیگر ان کے اور خلق کے درمیان وسیلہ ہوتا تھا، تاکہ لوگوں کی حاجات اور سوالات ان تک پہنچائے اور جواب لے کر لوگوں تک پہنچائیں اس عرصہ میں ان سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا، چنانچہ روضۃ الصفاء اور حبیب السیر میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ سفارت یعنی درمیانی وسیلے کا یہ زمانہ ایک شخص علی بن محمد پر ختم ہوا، علی بن محمد کی وفات جو امام اور لوگوں کے درمیان آخری سفیر تھے، ۳۲۶ھ میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد کسی سفیر صغیر نے حضرت امام کو نہ دیکھا، نہ ان کی بات سنی۔ ایک فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی آخر الزمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔ کیونکہ احادیث صحیح و متواتر سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ مہدی آخر الزمان بنی فاطمہ سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ تمام عارفین بآئین بھی اسی بات پر متفق ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں مفصل لکھا ہے کہ مہدی آخر الزمان آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہوں گے اور ان کا اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی طرح ہوگا اور تین سو ساٹھ اولیاء اللہ ان کے ہمراہ ہوں گے۔ پس وہ دنیا

کو ظلم و ستم سے پاک کریں گے..... الی آخرہ۔
 کتاب مقصد اقصیٰ میں لکھا ہے کہ شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ نے
 امام مہدی آخر الزمان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے
 امام آخر الزمان کے ساتھ ایسی چیزیں منسوب کی ہیں کہ کسی نبی بشر کے مقدور
 میں نہیں ہیں، جب ان کا ظہور ہوگا تو ولایت آشکارا ہو جائے گی اور مذہبی
 اختلاف اور برائی مٹ جائے گی۔ ولایت مطلق محمدی ان پر ختم ہو جائے گی
 جب کہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا جا چکا ہے جو کچھ عالی قدر اولیاء کرام
 اور عارفین نے اس بارے میں لکھا ہے بیان کر دیا گیا ہے بلکہ رسالہ مراۃ
 مدارس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔

کے بود خود ز خود حسب اماندہ من و تورفتہ و خدا ماندہ

.....



